ماهنامہ
صراطِ مستقیم
برمنگھم
August 2021

وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

Vol: 41 No. 10 August 2021

DHUL HIJJAH/Muharram-ul-Haram 1442/1443 AH

جلد: 41 شمارہ: 10 اگست 2021ء

ذوالحجہ/محرم الحرام 1442ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

فتنہ ارتداد، اسباب اور ہماری غفلت شعاری

محمد حفیظ اللہ خان المدنی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت اسلام وہ واحد دین ہے جو سب سے زیادہ تیزی سے ساری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ دنیا کے مختلف گوشوں میں ہر دن اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکی ریسرچ سینٹر PEW کی رپورٹ کے مطابق 2060 تک دین اسلام ساری دنیا میں ایک غالب دین کی حیثیت اختیار کرلے گا۔ یقیناً اسلام کا اس قدر مقبولیت حاصل کرنا قرآن وحدیث میں ذکر کردہ پیش گوئیوں کے عین مطابق ہے۔ مگر دوسری جانب احادیث نبویہ میں قربِ قیامت ظاہر ہونے والے ان فتنوں کا بھی ذکر ہے۔ جو ایک مؤمن کے ایمان کے حق میں انتہائی خطرناک ثابت ہوں گے۔ سیاہ رات کی تاریکی کی مانند اٹھنے والے ان فتنوں کی لپیٹ میں آنے والوں کی بدحواسی کا یہ عالم ہوگا کہ وہ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے سے اس طرح محروم کردیے جائیں گے، جس طرح سیاہ رات کی تاریکی میں ہر کسی کا احساس زیاں جاتا رہتا ہے اور وہ نافع اور ضار کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔

اس وقت احادیث میں مذکور فتنوں کی پیش گوئیاں ان چند مسلمان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شکل میں سچ ثابت ہو رہی ہے۔ جو نہ صرف اسلام سے دل برداشتہ ہوتے جارہے ہیں بلکہ کھلم کھلا دین سے اپنی برأت کا اعلان کرنے لگے ہیں۔ مغربی ممالک میں 'سابق مسلمان' جیسے لقب سے تنظیمیں اور انجمنیں وجود میں آرہی ہیں جن میں مسلمان نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ ان تنظیموں کے تحت آن لائن سروس کے ذریعہ دین بیزار نوجوانوں کو ہر قسم کی مدد فراہم کرنے اور مزید اسلام کے خلاف دلائل مہیا کرنے کی ناپاک کوششیں جاری ہیں۔ ایک تجزیہ کے مطابق تاحال 23 فیصد مسلمان نوجوان جن میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے، دین اسلام سے کسی نہ کسی شکل میں لاتعلقی کا اظہار کرچکے ہیں اور ایک بڑی تعداد میں ایسے مسلم نوجوان بھی ہیں جو معاشرے کے دباؤ کی وجہ سے برملا اس کا اظہار کرنے سے جھجھک رہے ہیں۔

حیران کن امر یہ ہے کہ ان دین سے برگشتہ مسلمان نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کا تعلق مذہبی گھرانوں سے ہے جو باقاعدہ جزوقتی دینی تعلیم حاصل کرچکے ہیں، لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو خاندانی دباؤ کی وجہ سے مکمل حجاب بھی کرتی رہی ہیں، دینی ماحول میں پروان چڑھی ہیں اور باقاعدہ مع ترجمہ قرآن مجید پڑھ چکی ہیں۔

ان تمام کے باوجود آج وہ اپنے آپ کو کیوں مسلمان کہلوانا نہیں چاہتیں؟ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

ان میں سے ایک وجہ وہ شکوک وشبہات ہیں جو قرآن وحدیث میں مذکور بعض احکام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ان کے ذہنوں میں گھر کرچکے ہیں۔ مثلاً ان نوجوانوں کے نزدیک قرآن وحدیث کی تعلیمات میں مرد اور عورت کے درمیان اونچ نیچ کے فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ہر معاملہ میں مرد کو فوقیت دی گئی ہے اور عورت کو ماتحت قرار دیا جاتا ہے۔

مسلمان مرد کو بیک وقت چار شادیاں کرنے کی اجازت، کیوں؟

نیز بیوی کی بوقت ضرورت پٹائی کرنے کی اجازت!

غیر مسلم خواہ وہ کس قدر نیک کیوں نہ ہو، اس کا ٹھکانہ جہنم کیوں؟

ایک مسلمان لاکھ بدکار گناہگار ہی سہی، جنت اس کے لیے مخصوص، آخر کیوں؟

خون ریز جنگوں کی وجہ سے بے گناہ بچوں، بوڑھوں اور خواتین کی ہلاکتوں کا ذمہ دار کون ہے، جنگ و فساد کا نشانہ بننے والے لوگوں کی زندگیاں عبرت کا نمونہ بنی ہوئی ہیں۔ شہروں کے شہر مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کیے جارہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو ان جنگوں کو روکتا کیوں نہیں؟

قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ میری زبان عربی نہیں، کیوں خدا مجھے میری اپنی زبان میں نہیں بتلاتا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔

نماز، روزہ، حجاب پر زبردستی، اجنبی مردوں سے گفتگو ممنوع، کم عمر میں شادی یہ سب کیوں؟

کیا مجھے اپنی زندگی جینے کی اجازت نہیں، کیا مجھے یہ اختیار نہیں کہ میں سوال کرسکوں؟

میں نے قرآن مجید کو سمجھنے کی غرض سے خصوصی طور پر عربی زبان سیکھی۔ اس کے باوجود میں مطمئن نہ ہو سکا۔ پھر میں نے اس پر تحقیق شروع کی، مختلف کتب کا مطالعہ کیا مگر پھر بھی مجھے میرے سوالات کے جوابات مل نہ سکے۔

قارئین کرام! یہ اور ان جیسے سینکڑوں سوالات ان نوجوانوں کے ذہنوں کو جھنجھوڑ رہے ہیں۔ ان نوجوانوں کو نہ ملحد کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی مرتد بلکہ الحاد اور ارتداد کی جانب ان کا سفر شکوک وشبہات سے شروع ہوتا ہے اور جب ان کے شکوک اور شبہات کا ازالہ نہیں ہوتا تو پھر وہ الحاد تک جا پہنچتے ہیں۔

ان حالات میں ان نوجوانوں پر لعن طعن کرنے یا ان کے خلاف فتویٰ بازی کرنے سے قبل ہمیں کھلے دل سے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنا چاہیے۔

کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ شکوک وشبہات میں گھرے نوجوانوں کو والدین سمیت ائمہ مساجد اور علماء کرام کی جانب سے کڑوے کسیلے جواب ہی سننے کو ملتے ہیں، ہر اعتبار سے ان پر بے جا تنقید لعن طعن ہمارا وطیرہ ہے۔ ہمارا یہ رویہ ان نوجوانوں کو اپنوں کے درمیان اچھوت بنا کر رکھ دیتا ہے اور پھر یہی نوجوان ارتداد اور الحاد کی تاریک وادیوں میں کھو جاتے ہیں۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ رفتار زمانہ کے ساتھ حالات، ماحول اور سوچ میں تبدیلی آ چکی ہے۔ خصوصاً سوشل میڈیا نے شیطان کے لیے تمام راہیں آسان کر دی ہیں، ارتداد اور الحاد کی جانب دعوت دینے والی تنظیمیں سوشل میڈیا کا بھرپور فائدہ اٹھا کر شکوک وشبہات میں گھرے نوجوانوں کو انتہائی منظم انداز میں، پوری ہمدردی جتا کر اپنا رہی ہیں۔ خصوصاً مغربی ماحول میں پروردہ نوجوان ہر مسئلہ منطقی انداز میں سمجھنے کے عادی ہیں۔

دوسری جانب اول تو ہم اس فتنہ کو اہمیت دینے پر راضی نہیں، ثانیاً اس فتنہ کو نہایت سختی کے ساتھ دبانا ضروری سمجھتے ہیں اور انتہائی حقارت آمیز انداز میں شکوک وشبہات کے حامل نوجوانوں کو دھتکار دیا جاتا ہے۔

ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ فتنہ ارتداد اب ہمارے معاشرہ کا حصہ بن چکا ہے لہٰذا آپ اس سے اپنے آپ کو یا اپنی نوجوان نسل کو بچا نہیں سکتے۔ لہٰذا اس کے سدباب کی تدابیر پر غور کرنا ہو گا، اس کے لیے مساجد اور دیگر دینی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ جمعہ کے خطبات، دروس، لیکچرز کے ذریعہ اور نوجوانوں کے لیے ورکشاپس کے انعقاد کے ذریعہ ان کی صحیح راہنمائی فرمائیں، لیکچر میں اور ورکشاپس میں نوجوانوں کو بلا جھجک سوال کرنے کی اجازت ہو نیز ایسے علماء دین تیار کئے جائیں جن کو ارتداد کی جانب مائل نوجوانوں کے ذہنوں میں پلنے والے سوالات کے جوابات پر مکمل عبول حاصل ہو اور وہ انتہائی منطقی انداز میں ان کے سوالات کے جوابات دے سکیں۔ نیز ان کے ساتھ ہمدردی، اپنائیت اور نرمی انتہائی ضروری عوامل ہیں۔ جن کے بغیر آپ کی کوشش بارآور نہیں ہو سکتی۔ وماعلینا اِلا البلاغ

موجودہ الحادی تہذیب کے متعلق مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبال نے کہا تھا:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا

☆☆☆

کسی بھی فکر اور تہذیب کو سمجھنے کے لیے تین سوالوں پر غور کرنا چاہیے:

1۔ اس تہذیب کا نظریۂ فرد کیا ہے؟
2۔ اس کا تصورِ کائنات کیا ہے؟
3۔ اس کا تصورِ علم کیا ہے؟

ہجری تقویم اسلامی کیلنڈر کی خصوصیات

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ

سن ہجری قمری ماہ و سال سے تعلق رکھتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے ہجرت کے سال سے شمار ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے خاص نسبت رکھتا ہے۔ قمری مہینہ کے ایام میں تبدیلی ناممکن ہے۔ یہ مہینہ یا تو 29 دن کا ہوتا ہے یا 30 دن کا۔ گویا مہینہ کے ایام میں کم سے کم تفاوت ہے۔ 29 دن کے مہینہ کو کسی بھی وضعی یا اختراعی طریقہ سے 30 دن کا نہیں بنایا جاسکتا۔ نہ 30 دن والے مہینہ کو 29 دن کے مہینہ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ رویت ہلال کا فرق تو محض مقامی فرق ہوتا ہے جس کا عموماً دوسرے ہی دن پتہ چل جاتا ہے۔ ورنہ اگلے ماہ قمری تقویم خود بخود درست ہو جائے گی۔

قمری سال 12 ماہ کا ہوتا ہے اور یہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک 12 ہی ماہ کا چلا آتا ہے۔ بقول باری تعالیٰ:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهورِ عِندَ اللَّهِ اثنا عَشَرَ شَهرًا فى كِتـٰبِ اللَّهِ يَومَ خَلَقَ السَّمـٰوٰتِ وَالأَرضَ مِنها أَربَعَةٌ حُرُمٌ﴾ (سورۃ التوبۃ:36)

”بلاشبہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قوانین قدرت کے مطابق اللہ کے ہاں (سال کے) مہینوں کی کل تعداد بارہ ہے۔“

یہ سال نہ تو گیارہ یا دس ماہ کا ہو سکتا ہے اور نہ 13 یا 14 ماہ کا۔ اور جن لوگوں نے دوسرے ممالک کی دیکھا دیکھی قمری سالوں کے مہینوں میں پیوند کاری کی کوشش کی بھی تو ان کی یہ کوشش عام قبولیت حاصل نہ کر سکی۔

قمری سال، شمسی سال سے 10 دن 21 گھنٹے چھوٹا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر ایک شمسی سال میں 11/30۔12 قمری مہینے ہوتے ہیں۔ 11/30 کی کسر چونکہ نصف سے کم ہے۔ لہٰذا اگر شمسی سال کی رعایت ملحوظ رکھی بھی جائے تو عقل عامہ کی مناسبت سے قمری سال کے 12 ہی ماہ ہونے چاہئیں جبکہ شمسی سال مہینوں کی مقررہ تعداد سے آزاد ہو سکتا ہے۔

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ اہل عرب نے بھی دنیا کی دیکھا دیکھی قمری سال کو دنیوی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے شمسی سال سے مطابق کرنے کی کوشش کرنا شروع کر دی تھی اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے اضافی دنوں یا مہینوں کی پیوند کاری (کبیسہ، لوند یا لیپ) کا طریقہ اپنا لیا تھا۔ اسی طرح اللہ کے شعائر خصوصاً حج کے ایام میں گڑبڑ پیدا کر دی گئی۔ دو سال تو حج فی الواقع ماہ ذی الحجہ میں ادا کیا جاسکتا ہے۔ پھر تین سال محرم میں پھر دو سال صفر میں پھر تین سال ربیع الاوّل میں۔ علیٰ ہذا القیاس 30 سال کا عرصہ گزرنے کے بعد پھر حج ماہ ذی الحجہ میں واقع ہو جاتا۔ اس طرح ایک سال کا عرصہ گم کر دیا جاتا تھا یا 30 قمری سالوں میں 29 بار حج ادا کیا جاتا اور یہ ترکیب محض اس لیے اختیار کی گئی کہ حج کا وقت ایک ہی موسم میں آیا کرے۔

پھر یہ گڑبڑ صرف حج تک ہی محدود نہ رہی۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے حرمت کے چار مہینے قرار دیئے گئے تھے۔ ان مہینوں کے متعلق اہل عرب کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ان مہینوں میں نہ تو آپس میں جدال و قتال کریں گے نہ کسی تاجر یا راہ گیر کو لوٹ کھسوٹ سے پریشان کریں گے۔ یہ مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام تھے۔ ان میں تین اکٹھے مہینے حج کے پُراطمینان سفر کے لیے تجویز کیے گئے تھے۔ چونکہ یہ ایک پسندیدہ دستور تھا۔ لہٰذا اسلام نے اسے بحال رکھا۔ کبیسہ کے طریق کی وجہ سے ان حرمت والے مہینوں میں بھی تقویم و تاخیر اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی تھی اور قلامبہ کے فرائض میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ اعلان حج کے ساتھ ان مہینوں کا بھی اعلان کیا کرے کہ آئندہ سال کون کون سے مہینے حرمت والے ہوں گے۔ اس تقویم و تاخیر کو اہل عرب نسئ کہتے تھے۔ اسلام نے اس مذموم فعل کو زمانہ کفر کی زیادتی قرار دے کر اس سے منع فرما دیا۔

ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّمَا النَّسىءُ زِيادَةٌ فِى الكُفرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذينَ كَفَروا يُحِلّونَهُ عامًا وَيُحَرِّمونَهُ عامًا لِيُواطِـُٔوا عِدَّةَ ما حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلّوا ما حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُم سوءُ أَعمالِهِم﴾ (سورۃ التوبۃ: 37)

”امن کے مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر لینا کفر میں اضافہ کرتا ہے۔ اس سے کافر لوگ گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سال تو انہیں حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ ادب کے مہینوں کی جو خدا نے مقرر کیے ہیں، گنتی پوری کر لیں او رجو خدا نے منع کیا ہے ان کو جائز کر لیں۔ ان کے بُرے اعمال انہیں بھلے دکھائی دیتے ہیں۔“

اتفاق کیبات کہ حجۃ الوداع 10 ہجری فی الواقع ذی الحجہ کے مہینہ میں واقع ہوا۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس کے بعد کبیسہ اور نسئ کا طریق کار حرام قرار پایا او راسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا گیا او رقمری تقویم سے دوغلی پالیسی ختم

کر کے اسے صحیح فطری خطوط پر مرتب کر دیا گیا۔

سنہ ہجری کی ابتداء

سنہ ہجری کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانی) الفاروق میں یوں رقم طراز ہیں:

"21ھ میں حضرت عمرؓ کے سامنے ایک تحریر پیش ہوئی، جس پر صرف شعبان کا لفظ تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ کیونکر معلوم ہو کہ گزشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ؟ اسی وقت مجلس شوریٰ طلب کی گئی او رہجری تقویم کے مختلف پہلو زیر بحث آئے جن میں سے ایک بنیادی پہلو یہ بھی تھا کہ کون سے واقعہ سے سن کا آغاز ہو۔ حضرت علیؓ نے ہجرت نبوی کی رائے دی اور اس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے 8 ربیع الاوّل کو ہجرت فرمائی تھی۔ چونکہ عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا دو مہینے 8 دن پیچھے ہٹ کر شروع سال سے سن ہجری قائم کیا گیا۔"

سن ہجری کی ابتداء کے متعلق قاضی سلیمان منصور پوری ؒ 'رحمۃ للعالمین' علامہ شبلی نعمانی ؒ سے کچھ اختلاف رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اسلام میں سن ہجری کا استعمال حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں جاری ہوا۔ جمعرات 30 جمادی الثانی 17 ہجری مطابق 12/9 جولائی 638ء سیدنا علیؓ کے مشورہ سے سن ہجری کا شمار واقعہ ہجرت سے کیا گیا اور سیدنا عثمانؓ کے مشورہ سے محرم کو حسب دستور پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔

مزید تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ واقعہ ہجرت سے سنین کے شمار کی ابتداء اس سے بھی بہت پہلے ہو چکی تھی۔ (تاریخ ابن عساکر: جلد1 رسالہ التاریخ للسیوطی بحوالہ تقویم تاریخی)

او ریہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرب میں قمری کیلنڈر کا رواج تو پہلے سے ہی موجود تھا اور حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ہجرت کا واقعہ سب سے اہم واقعہ تھا۔ لہٰذا اس واقعہ سے سنین کے شمار کا دستور چل نکلا تھا۔ البتہ عہد فاروقی تک سرکاری مراسلات میں صحیح اور مکمل تاریخ کا اندراج لازمی نہ سمجھا جاتا تھا جسے ایک طرح کی دفتری خامی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور اس خامی کا علاج حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ بلا کر کر دیا تھا۔

سنہ ہجری کی خصوصیات

اگر ہم سن ہجری کا دوسرے مروجہ سنین سے تقابل کر کے دیکھیں تو یہ سن بہت سی باتوں میں ممتاز نظر آتا ہے مثلاً:

1۔ ترمیمات سے مبرّا:

سنہ ہجری کی بنیاد قمری تقویم پر ہے اور قمری تقویم انسانی اختراعات سے بے نیاز او ربلند ہے۔ قمری تقویم میں اگر کبھی پیوند کاری کی گئی تو بھی اسے عام قبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ سنہ ہجری کے آغاز سے لے کر آج تک اس میں نہ کوئی ترمیم ہوئی اور نہ آئندہ ہی ہونے کا امکان ہے۔ کیونکہ اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس سنہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شروع سے آج تک اپنی مجوزہ صورت پر چلا آتا ہے اور کسی دور میں بھی اس میں ترمیم کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ دنیا کے مروجہ سنین میں سے غالباً کسی میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔

2۔ قدامت بلحاظ صحت واستعمال:

اگرچہ بعض دوسرے سنین سنہ ہجری سے بہت پہلے کے معلوم ہوتے ہیں لیکن سب کی باقاعدہ تدوین سنہ ہجری کے بہت بعد ہوئی ہے۔

(الف) یکم محرم 1ھ کو جولین کیلنڈر 16 جولائی 334ء تھا۔ مگر حقیقت میں یہ سنہ اپنے موجودہ طریق پر سنہ ہجری سے 989 سال بعد وضع ہوا ہے۔ یہی سنہ آخر میں سن عیسوی میں تبدیل ہوا جس میں 1582ء تک متعدد بار ترامیم ہوتی رہی ہیں۔ اس آخری ترمیم کے بعد کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔ انگلستان میں 2 ستمبر 1753ء یوم چہار شنبہ (مطابق 3 ذی القعدہ 1165ھ) کو ترمیم کے ذریعہ دوسرے روز یعنی 4 ذی القعدہ 1165ھ کو 14 ستمبر 1752ء بنا دیا گیا۔

(ب) بکرمی سمت یکم محرم الحرام 1ھ کو 26 ساون سمت 679 تھا۔ جو بظاہر سن ہجری سے 678 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر ہندو اور یورپین مورخین کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سب سے پہلے سمت 898 بکرمی میں یہ سنہ بکرمی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس طرح بلحاظ تدوین یہ سنہ، سنہ ہجری سے 225 سال بعد مدون ہوا۔

(ج) سن سکندری سنہ ہجری سے 932 سال پہلے کا ہے مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں کے حساب سے جاری رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(د) ابتداً دنیا بھر میں سنین کا حساب قمری تقویم کے حساب سے شروع ہوا تھا۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

3۔ مساوات اور ہمہ گیری:

اسلام دین فطرت ہے لہٰذا مصالح عامہ پر مبنی ہے۔ اسلام کی اعلیٰ خصوصیات میں سے ایک خاصیت مساوات اور ہمہ گیری بھی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں۔ اگر اسلام کبیسہ کے طریقہ کو گوارا کر لیتا تو رمضان کا مہینہ (ماہ صیام) کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم گرما اور دن بڑے ہوتے ہمیشہ تنگی اور سختی میں پڑ جاتے اور باقی نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے

ہوتے، ہمیشہ کے لیے آسانی میں رہتے۔ روزہ کے علاوہ سفر حج کا بھی تقریباً یہی حال ہے۔ پس مساوات و جہانگیری کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہی ہو اور اسے کبیسہ جیسی انسانی اختراعات سے بھی پاک رکھا جائے۔

4۔ دنیوی اغراض کے بجائے روحانی بنیادیں:

(الف) ہجرت سے آغاز:

دنیا بھر کے مروجہ سنین کی ابتدائی پر نظر ڈالیے تو معلوم ہو گا کہ کوئی سن کسی بڑے آدمی یا بادشاہ کی پیدائش، وفات یا تاجپوشی سے شروع ہوتا ہے یا پھر کسی ارضی یا سماوی حادثہ مثلاً زلزلہ، سیلاب یا طوفان کی تاریخ سے سنہ ہجری کو ہی یہ اعزاز و شرف حاصل ہے کہ اس کا آغاز دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر چلے جانے سے ہوا ہے، اپنے وطن کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنا ایک بہت بڑی قربانی ہے اور ایسے اوقات میں ہر شخص کا دل بھر آتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی ہجرت کے وقت مکہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے مکہ! تو کتنا پاکیزہ اور مجھے پیارا لگتا ہے۔ اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں نہ رہتا۔" (جامع ترمذی)

ظاہر ہے کہ ترک وطن پر انسان صرف اسی صورت میں آمادہ ہو سکتا ہے جب وہ انتہائی مجبور ہو یا کوئی عظیم مقصد اس کے پیش نظر ہو اور مسلمانوں کے لیے یہ عظیم مقصد دین اسلام کی سربلندی تھا اور ہجرت کے واقعہ کو سنہ ہجری کی بنیاد قرار دینے کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہر نئے سال کے آغاز پر یہ پیغام یاد رہے کہ انہیں اسلام کی سربلندی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے۔

(ب) رسم و رواج کی حوصلہ شکنی:

کسی ملک یا علاقہ کے رسم و رواج عموماً موسم سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ میلے ٹھیلے، تفریحی سفر، گرمیوں کی چھٹیاں، موسم بہار کی تقریبات۔ مختلف قسم کے محاصل اور نذرانوں کی وصولیوں کے اوقات وغیرہ سب امور موسم سے وابستہ ہوتے ہیں اور موسموں کا تعلق شمسی سال سے ہے۔ لہٰذا جوں جوں مذہب سے لگاؤ کم ہوتا اور بیگانگی بڑھتی جاتی ہے۔ شمسی سال کے ساتھ لگاؤ بڑھ جاتا ہے۔ اسی بنا پر بیشتر لوگوں نے شمسی سال کو اپنایا یا قمری سال میں پیوندکاری کر کے اسے شمسی سال کے مطابق ڈھال لیا۔

انتہا یہ ہے کہ آج کل مزاروں کے مجاور اور منتظمین نے بھی زمانے جاہلیت کے پروہتوں کی طرح عرسوں کی تاریخیں بھی شمسی سال۔۔ خواہ بکرمی ہو یا عیسوی۔۔ کے مطابق کر رکھی ہیں۔ عرسوں کا جواز یا عدم جواز بجائے خود ایک الگ مسئلہ ہے۔ سردست ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ایسی تقریبات جو خالص دینی اور مقدس سمجھی جاتی ہیں میں سے بھی ہجری تقویم کو خارج کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ اسلام رسم و رواج کو، بشرطیکہ وہ جائز بھی ہوں، ثانوی حیثیت دیتا ہے۔ اس کا اوّلین مقصد احکامات وعبادات الٰہی اور شعائراللہ کی صحیح طور پر اور متعینہ وقت پر تعمیل ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے قمری تقویم کو اختیار کیا جو اس کی روح کے عین مطابق ہے۔

(ج) ہفتہ کا آغاز جمعہ کے مبارک دن سے:

اسلامی تقویم میں ہفتہ کا پہلا دن جمعہ قرار دیا گیا ہے۔ یکم محرم الحرام 1ھ کو بھی جمعہ تھا۔ جمعہ کو اجتماعی طور پر اللہ کی عبادت اور ذکر کرنے کا دن قرار دیا گیا ہے۔ گو اس دن باقاعدہ تعطیل منانے کی پابندی نہیں تاہم جمعہ کے دن نہانے دھونے، کپڑے بدلنے اور جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے تیاری کے خاص اہتمام پر زور دیا گیا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرنے کی اجازت ہے۔ بالفاظ دیگر اس تقویم میں ہفتہ کی ابتداء اللہ کی یاد سے ہوتی ہے جبکہ عیسوی تقویم میں اتوار کا دن۔۔ جو ان لوگوں کی طہارت کے لیے مخصوص ہے۔ ہفتہ کا آخری دن ہے۔ یعنی چھ دن کام کرنے کے بعد جب انسان تھکا ماندہ ہو تو اللہ کی عبادت کی طرف بھی دھیان کرے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مجوزہ عالمی کیلنڈر میں ہر سال اور اس کی ہر سہ ماہی اتوار سے شروع کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

(د) ہفتہ کے دنوں کے نام اور نجوم پرستی:

اسلامی تقویم میں ہفتہ کے ایام کے ناموں میں شرک، نجوم پرستی یا بت پرستی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ان ناموں کو نہ تو کسی مخصوص سیارے سے منسوب کیا گیا ہے اور نہ کسی دیوی دیوتا سے جبکہ عیسوی اور بکرمی تقویم میں ہفتہ کے دنوں کے نام دیوتاؤں کی دیوتائی اور سیاروں کی فرمانروائی کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اسلامی تقویم میں ہفتہ کے دنوں کے نام یہ ہیں:

"يوم الجمعة يوم السبت يوم الأحد يوم الإثنين يوم الثلثاء يوم الأربعاء يوم الخميس."

"جمعہ ہفتہ پہلا دن دوسرا دن تیسرا دن چوتھا دن پانچواں دن۔"

☆☆☆

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، اپنے رسول محمد ﷺ کو یقیناً دین ہدایت، دین حق اور جہانوں کے لیے رحمت اور قدوہ ونمونہ اور تمام انسانوں کے لیے حجت ودلیل بنا کر مبعوث کیا ہے۔ آپ کے ذریعہ اور آپ پر جو کتاب نازل کی ہے اس کے ذریعہ کتاب وحکمت کی تمام باتوں کو بیان کر دیا ہے۔ جس سے تمام بندوں کی اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ اپنے احوال اور دین ودنیا کے تمام امور میں استقامت حاصل کر سکتے ہیں اور اخلاق فاضلہ اور بلند وبالا آداب کو اپنا سکتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو روشن شریعت پر چھوڑا جس کی راتیں دن کے مانند ہیں حتی کہ اس کی راتوں میں بھی دن کی روشنی پائی جاتی ہے، اس شریعت حقہ سے کوئی بھی شخص غلط راستہ اختیار نہیں کر سکتا، اس سے وہی شخص بہک سکتا ہے جس کے نصیب میں ہلاکت ہی ہلاکت ہو گی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اسی راستہ پر چلایا اور اللہ اور اس کے رسول کو جو مطلوب تھا اسی کی رہنمائی کی ہے۔ جن صحابہ اور تابعین نے عمدہ طریقہ پر چلتے ہوئے آپ کی اتباع کی ہے، وہ مخلوق میں سب سے بہترین انسان کہلائے۔ انہوں نے آپ کی شریعت کو اختیار کیا اور اس پر مضبوطی سے جمے رہے اور آپ کی سنت کو تھاما ہے اور مضبوطی سے عقیدہ اسلامیہ اور آداب کو اختیار کیا ہے، اسی وجہ سے وہ ایک ایسی ممتاز جماعت کہلاتے ہیں جو حق پر برابر جمی رہی ہے، حق ان کی وجہ سے غالب ہوا ہے، انہیں کوئی بھی ذلت ورسوائی تک نہ پہنچا سکا، اور نہ ان کی مخالفت کر سکا حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی عقیدہ صافیہ پر ان کو موت دی ہے اور ہم بھی رب العزت کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بھی ان ہی کے طریقہ پر چلنے والے ہیں اور ان کی ہدایت یافتہ سیرت جو کتاب وسنت کی تائید کرتی ہے اس کے اختیار کرنے والے ہیں، یہ تمام باتیں ہم اللہ کی نعمت سمجھتے ہوئے بیان کر رہے ہیں جو کہ ہر مؤمن کا فرض ہے کہ اسے بیان کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہم کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو اسی عقیدہ پر قائم ودائم رکھے، دنیاوی زندگی میں ثابت قدم رکھے اور اس کی وجہ سے آخرت بھی سنوار دے، وہ ہمیں اپنی رحمت برابر عطا کرتا رہے کیونکہ وہ بڑا عطا کرنے والا اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

اس موضوع کی اہمیت سمجھتے ہوئے میں نے مناسب سمجھا کہ نہایت ہی اختصار کے ساتھ واضح طور پر اہل سنت والجماعت کے عقائد کو بیان کروں۔ وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن اور تقدیر کے خیر وشر ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اس میں اخلاص عطا کرے اور اپنی مرضی پر چلائے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ

ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ پالنہار ہے، وہ رب ہے۔ خالق ومالک ہے اور تمام امور کا مدبر ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر، یہ کہ وہی معبود حقیقی ہے اور اس کے علاوہ جس قدر بھی معبود ہیں، باطل اور جھوٹے ہیں۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں، یعنی اس کے عمدہ نام اور اس کی عمدہ صفات ہیں جو بلند وبالا اور ہر کمال سے بھری ہوئی ہیں۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اس طرح کہ اس کی ربوبیت اور الوہیت اور اس کے اسماء وصفات میں اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں ہے، وہ یکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا﴾ (سورة مريم: 65)

”اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین جس قدر چیزیں ہیں تمام کا پالنہار اور رب ہے، لہٰذا تم لوگ اسی کی عبادت کرو اور صرف اسی کی عبادت پر جم جاؤ کیا تم اس کا ہم پلہ کوئی نام جانتے ہو۔“

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ (سورة القرة: 255)

”اللہ کی ذات ہی معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہی زندہ اور قائم ہے، اسے نہ اونگ آتی ہے اور نہ ہی نیند، اس کے لیے وہ تمام چیزیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہے، کون ہے جو اس کے

پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے، وہ جو اس کے آگے اور پیچھے ہے ان تمام کائنات کو جانتا ہے، اس کے علم کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا مگر اس قدر جتنا کہ اس کی منشاء اور مشیئت ہے، اس کی کرسی کی وسعت نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے۔ وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ * هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ * هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (سورة الحشر: 22-24)

"اللہ کی ذات وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے صرف وہ معبود ہے، وہ غیب وحاضر کا جاننے والا، وہ بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے، اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے صرف وہی بادشاہ، مقدس، یعنی وہ ملک، قدوس، سلامتی والا، امن وامان قائم رکھنے والا، تمام عیوب سے پاک، غالب، زبردست، تکبر کرنے والا اور بڑائی بیان کرنے والا ہے، لوگ اسے جن چیزوں میں شریک کرتے ہیں ان تمام چیزوں سے پاک وصاف ہے۔ اللہ کی ذات وہ ہے جو خالق وباری یعنی پیدا کرنے والی اور نئے سرے بنانے والی اور تصویر گری کرنے والی ہے، اسی کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں، وہ تمام چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں پائی جاتی ہیں تمام ہی اس کی پاکیزگی اور تسبیح بیان کرتی ہیں، وہی غالب حکمت والا ہے۔"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِّلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ * أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ (سورة الشورى: 49-50)

"اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے جو چاہتا ہے بخش دیتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے مؤنث یعنی مادہ عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نر عطا کرتا ہے، یا انہیں وہ جوڑا جوڑا یعنی نر ومادہ عطا کرتا ہے، اور وہ جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، یقیناً وہی جاننے والا، قدرت رکھنے والا ہے۔"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں:

﴿فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ * لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (سورة الشورى: 11-12)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے، وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا، یقیناً وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (سورة هود: 6)

"زمین پر ہر وہ چیز جو رینگ رہی اور چل پھر رہی ہے ان کے رزق کی ذمہ داری اللہ کی ہے، وہ ان کے رہنے سہنے اور سونپے جانے کی جگہوں کو جانتا ہے، ہر چیز واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (سورة الأنعام: 59)

"اسی کے پاس ہی غیب کی کنجیاں ہیں، ان کو صرف اسی کی ذات جانتی ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، وہ تری اور خشکی میں جس قدر چیزیں ہیں تمام ہی کا علم رکھتا ہے حتیٰ کہ درخت کا جو پتا گرتا ہے وہ بھی اسے جانتا ہے، زمین کی تاریکی میں جو دانہ پڑا ہوتا ہے اور رطب ویابس، خشک وتر تمام ہی چیزوں کو جانتا ہے تمام ہی واضح اور کھلی ہوئی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔"

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (سورة لقمان: 34)

"بے شک اللہ کے نزدیک قیامت کا علم ہے، وہ بارش برساتا ہے اور مادر رحم میں جو کچھ ہے سب جانتا اور کوئی بھی نفس یہ نہیں جانتا ہے کہ وہ کل آئندہ کیا کمائے گا اور کوئی بھی یہ نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب جہاں اور جیسے چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔

﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾

(سورة النساء: 164)

"اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے بات چیت کی۔"

﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ﴾

(سورة الأعراف: 143)

﴿وَنَادَيْنَاهُ مِن جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا﴾ (سورة مريم: 52)

"اور جب موسیٰ ہماری مقرر کردہ جگہ پر پہنچے یعنی آئے تو ان سے ان کے رب نے کلام کیا اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور اسے سرگوشی کرتے ہوئے بہت ہی قریب کر لیا۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي﴾ (سورة الكهف: 109)

﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (سورة لقمان: 27)

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

"میرے رب کے کلمات بیان کرنے کے لیے سمندر سیاہی بنا دی جائے تو سمندر ختم ہو جائیں قبل ازیں کہ میرے رب کے کلمات (کی تعریف وتحمید) ختم ہو۔"

"اگر وہ تمام چیزیں جو زمین میں ہیں، اس کے درختوں کی قلمیں ہی کیوں نہ بنا لی جائیں اور سمندروں کی سیاہی کے بعد ساتوں سمندروں کی مزید سیاہی بنا لی جائے اور پھر اللہ کی تسبیح وتحمید وتکبیر بیان کی جائے پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔"

ہم اس بات پر ایمان ویقین رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات خبروں میں سب سے زیادہ سچے، احکام میں سب سے زیادہ عدل وانصاف والے اور بات میں سب سے عمدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾

اور تمہارے رب کے کلمات صدق وعدل پر مکمل ہو چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سب سے سچی بات کہنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس نے جو کچھ بیان کیا ہے تمام حقائق اسے جبرائیل علیہ السلام پیش کیا ہے، پھر وہ اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر لے کر اترے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ (سورة النحل: 102)

"آپ کہہ دیجے کہ اسے روح القدس نے تمہارے رب کی جانب سے حق کے ساتھ اتارا ہے۔"

﴿وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ * نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ * عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ * بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾

(سورة الشعراء: 192-195)

"اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جہانوں کے پالنہار کی جانب سے اترا ہے، اسے روح الامین (جبرائیل) تیرے دل پر لے کر آئے، تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے بن جائیں، یہ واضح عربی زبان میں ہے۔"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ رب العزت اپنی مخلوق پر اپنی ذات اور اپنی صفات کے اعتبار سے بلند وبالا اور عظیم ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾(سورة البقرة: 255)

"اور وہ بلند وبالا عظمت والا ہے۔"

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ﴾ (سورة الأنعام: 18)

"اور وہی زبردست قہر وغصہ والا اپنے بندوں پر ہے اور وہی حکیم وخبیر بھی ہے۔"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ اپنے اپنے عرش پر مستوی ہے۔ عرش پر اس کا بلند ہونا اس کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ اس بلندی کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، وہ کسی طرح بلند ہوا ہے اور اس کی کیفیت کے ساتھ وہ صرف اس کی عظمت وجلال کے لائق ہی ہے، اس کو کوئی نہیں جانتا ہے، جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ﴾ (سورة يونس: 3)

"بے شک تیرا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے یہ تخلیق صرف چھے دن میں ہوئی ہے، پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا، وہی تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔"

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

وہ اپنی تمام مخلوقات کا علم اپنے عرش پر مستوی ہو کر رکھتا ہے، وہ ان کی جملہ حالتوں اور کیفیتوں کو جانتا ہے، وہ ان کی باتوں کو سنتا ہے اور افعال کو دیکھتا ہے، ان کے جملہ امور کی تدبیر کرتا ہے، وہ فقیروں اور محتاجوں کو رزق دیتا ہے، مجبور کی مجبوری دور کرتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے بادشاہ عطا کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر قسم کی بھلائی ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور جس کی ایسی شان وعظمت ہے وہ حقیقت میں اپنی مخلوق کے ساتھ ہی ہے، اگرچہ وہ ان کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (سورة الشورى: 11)

"حقیقت میں اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

ہمارا عقیدہ ہے کہ

فرقہ جہمیہ اور حلولیہ کی طرح نہیں ہے، جو وہ کہتے ہیں ہم ویسا نہیں کہتے ہیں۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ زمین پر رہتا ہے، جیسا کہ یہ فرقہ ضالہ کہتا ہے ایسا جو کہے ہم اسے کافر اور گمراہ جانتے اور سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ کا ایسا

وصف بیان کرتے ہیں جو نقائص سے بھرا ہوا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی قسم کا ادنیٰ سا بھی نقص نہیں ہے۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ رب العزت کے بارے میں جس طرح اس کے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا اور خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات میں جبکہ ایک تہائی رات باقی رہتی ہے، آسمان دنیا پر اترتا ہے، پھر کہتا ہے:

«مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ» (صحيح بخاری: 1145)

”کون ہے جو مجھے پکارے کہ میں اس کی پکار یعنی دعا کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے کہ میں اسے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں؟“

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کا دن مقرر کرے گا جس میں وہ بندوں کے مابین فیصلہ کرے گا، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا * وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا * وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ﴾ (سورة الفجر: 21-23)

”ہرگز نہیں، جبکہ زمین مکمل طور پر پیس دی جائے گی اور تمہارا رب آئے گا اس حال میں کہ فرشتے صف بصف ہوں گے، اس دن جہنم لائی جائے گی، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور کیوں کر اسے نصیحت حاصل ہو گی۔“

﴿إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ (سورة هود: 107)

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے کرتا ہے یعنی جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔

ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کا ارادہ دو قسموں کا ہوتا ہے، ایک قسم کونیہ ہے، اس سے یہ مراد ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز واقع ہو وہ اس کے نزدیک محبوب بھی ہو، اسی کو اس کی مشیت اور چاہت سے مراد لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ (سورة البقرة: 253)

”اگر اللہ چاہتا تو وہ قتل نہ کرتے اور لیکن اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔“

﴿إِن كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ﴾ (سورة هود: 34)

”اللہ چاہتا ہے کہ وہ تمہیں گمراہ کر دے بشرطیکہ وہ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ وہی تم سب کا پروردگار بھی ہے۔“

دوسری قسم شرعی ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی مراد واقع ہو، اس میں اس کی مراد نہ ہوتے ہوئے بھی وہ اس کی محبوب ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ﴾ (سورة النساء: 27)

”اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تمہاری توبہ قبول کرے۔“

ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ

اس کی کوئی اور شرعی مراد بھی اس کی حکمت کے تابع ہے، اس لیے کہ وہ جو بھی فیصلہ صادر کرتا ہے، اس میں بھی اس کی حکمت ہوتی ہے، اس نے اپنی مخلوق کے لیے جو عبادت مخصوص کی ہے وہ بھی اس کی حکمت کے تابع ہے اور بالکل اس کی حکمت کے موافق ہے، خواہ اس کا ہمیں علم ہو یا نہ ہو، اسے ہم جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ یا ہماری عقلیں اس تک رسائی پانے سے قاصر ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (سورة التين: 8)

”کیا اللہ حاکموں کا حاکم نہیں ہے۔“

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ (سورة المائدة: 50)

”اور اللہ تعالیٰ سے بہتر حکم لگانے والا ایسی قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے۔“

اور کون ہو سکتا ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اولیاء سے اور اس کے اولیاء سے محبت کرتے ہیں۔

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (سورة آل عمران: 31)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھے گا۔“

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (سورة المائدة: 54)

”بس عنقریب ہی اللہ ایسی قوم کو لائے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہو گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔“

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ (سورة آل عمران: 146)

”اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

﴿وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (سورة الحجرات: 9)

”اور انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

﴿وَأَحْسِنُوا ۛ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورة المائدة: 93)

”اور خوب نیک عمل کرتے ہوں، اللہ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے۔“

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے جن اعمال کے کرنے اور اقوال کے کہنے کی اجازت دی ہے وہ انہیں پسند کرتا ہے اور جن کے کرنے اور کہنے سے منع کیا ہے، انہیں وہ

مکروہ سمجھتا ہے۔

﴿إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ (سورة الزمر: 7)

"اگر تم انکار کردو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو ناپسند کرتا ہے، اگر تم لوگ شکر گزاری کرو تو اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔"

﴿وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ﴾

(سورة التوبه: 46)

"لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا لہٰذا انہیں حرکت کرنے سے روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم لوگ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔"

ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے۔

﴿رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ﴾ (سورة البينة: 8)

"اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ ان سے راضی ہو گئے، ایسا ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گئے۔"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کافروں اور ان کے علاوہ جو لوگ غضب کے مستحق ہوتے ہیں ان پر غصہ بھی کرتا ہے:

﴿الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ (سورة الفتح: 6)

"وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان رکھنے والے ہیں، انہیں برائیوں نے گھیر لیا ہے اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔"

﴿وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (سورة النحل: 106)

"لیکن جس کا سینہ کفر کے لیے کھل گیا ہے، پس ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کا چہرہ بھی ہے، اسی طرح جس طرح کہ اس کے جلال واکرام کے لائق ہے:

﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ (سورة الرحمٰن: 27)

"اور تمہارے رب کا چہرہ جو جلال واکرام والا ہے، باقی رہے گا۔"

ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دو بڑے کریم وعظیم ہاتھ بھی ہیں۔

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ (سورة المائدة: 64)

"بلکہ اس کے دونوں ہاتھ بہت زیادہ کشادہ ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔"

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (سورة الزمر: 67)

"انہوں نے اللہ کی قدر جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک وبرتر ہے، جن کے ساتھ لوگ اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔"

اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں بھی ہیں جو حقیقی آنکھیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾

"اے نوح علیہ السلام کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق بناؤ۔" (سورة هود: 37)

وقال النبي ﷺ: حِجَابُهُ النُّورُ، لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ حجاب ہی نور ہے، اگر وہ اسے کھول دے تو انوار الٰہی مخلوق کے منتہائے بصارت کو روشن کر دے۔"

وأجمع أهل السنة على أن العينين اثنتان، ويؤيده قول النبي صلى الله عليه وسلم في الدجّال: ((إنه أعور، وإن ربكم ليس بأعور .)) (عقيدة أهل السنة والجماعة: ص 12)

"تمام اہل سنت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو ہی آنکھیں ہیں اور اس کی تائید بھی نبی ﷺ کا وہ قول کرتا ہے جو آپ نے دجال کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اعور یعنی کانا ہو گا اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔"

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

ان تمام اسماء وصفات پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے ثابت کیا اور ان تمام پر اس کی ذات کے لیے اس کے رسول نے ثابت کیا ہے۔ لیکن ہم ان دو عظیم چیزوں سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں، تمثیل اور تکییف ہے یعنی ہم کہیں کہ اس کا اور اس کی زبان، اس کی مخلوقات کے دل وزبان کی طرح ہے اور ہم اس کیفیت کو بیان کرنے سے بھی بچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ایسی اور ایسی ہیں، نہ اسے دل سے بیان کرتے ہیں اور نہ ہی زبان سے کسی چیز کی طرح تشبیہہ دیتے ہیں۔

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کے سلسلہ میں جن چیزوں کی نفی کی ہے یا اس کے متعلق اس کے رسول محمد ﷺ نے نفی کی ہے اور اس کے متعلق مکمل سکوت اور خاموشی اختیار کی ہے اور اس نفی سے اس کے برعکس تمام کمال کی نفی شامل ہوتی ہے تو ہم نے بھی اس سے خاموشی اختیار کی ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے خاموشی اختیار

کی۔

ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ

اس طریقہ کو اختیار کرنا اور اسی راستہ پر چلنا ہمارے لیے ضروری ہے بلکہ فرض ہے، اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے جو بیان کیا ہے اور جس کی نفی کی ہے وہ ایسی خبر ہے جس کی خبر اس نے بذات خود دی ہے، وہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، اس کی ذات پاک وصاف ہے، وہ اپنی ذات کے بارے میں کماحقہ جانتا ہے، وہ سب سے سچی اور سب سے عمدہ بات کہنے والا ہے اور بندے اس کے علم کا ذرہ برابر بھی احاطہ نہیں کرسکتے اس کی ذات کے متعلق اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ بیان کیا ہے یا اس کے متعلق خبر دی ہے وہ ایسی خبر ہے جو اسی نے اپنے رسول کے ذریعہ ہم تک پہنچائی ہے۔ نبی ﷺ اپنے کو لوگوں سے زیادہ جاننے والے، مخلوق کو زیادہ نصیحت کرنے والے ان میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ اور سب سے زیادہ سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کلام میں کمال علم اور کمال صدق اور کمال بیان پایا جاتا ہے، لہٰذا اس کے قبول کرنے میں ہمیں کسی قسم کا تردد نہیں ہونا چاہیے۔

☆☆☆

وہ تمام چیزیں جو ہم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے سلسلہ میں ذکر کی ہیں جو مفصل بھی ہیں اور مختصر بھی یا جو ثابت کیا ہے یا جس کی نفی کی ہے، ان تمام کے بارے میں ہم اپنے رب عزوجل کی کتاب اور اس کے رسول محمد ﷺ کی سنت پر اعتماد رکھتے ہیں اور اسی کو ہم نے بیان بھی کیا ہے اور اسی راستہ پر امت محمدیہ ﷺ کے اسلاف اور ائمہ ہدایت چلے، ان کے بعد ہم بھی اسی راستہ کے راہ رو ہیں اور مضبوطی سے اس عقیدہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔

ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ

کتاب وسنت کے جو نصوص اور دلائل موجود ہیں، انھیں ہو بہو وہ جس طرح ہیں، اسی طریقہ پر جاری کریں اور ان کی جو حقیقت ہے اور اللہ عزوجل نے اپنے لائق جس حقیقت کو برقرار رکھا ہے، اس حقیقت کو برقرار رکھیں۔

اور ہم اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں ایسے محرفین کے راستہ سے جنہوں نے اس سلسلہ میں انحراف اختیار کیا ہے اور اس راستہ کو چھوڑ دیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منشا اور ارادہ شامل ہے۔

فرقہ معطلہ کے راستہ سے بھی ہم اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات وغیرہ کو معطل کردیا ہے۔

اور ایسے غلو کرنے والوں کے راستہ سے بھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات وغیرہ کو کسی سے مشابہ بنادیا ہے اور اس کی جو کیفیت ہے اس سے نکال کر اپنے مطابق کردیا ہے۔

ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یقینی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی محمد ﷺ کی سنت میں موجود ہے، بس وہی حق ہے، اس کا بعض بعض کی تنقیص نہیں کرتا ہے اور ایک دوسرے کی وقعت کو گھٹاتا نہیں ہے یا ادنیٰ سا بھی کم نہیں کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (سورة النساء: 82)

"اس لیے کہ خبروں میں جب تناقض اور اختلاف ہوگا تو ان میں سے بعض کی تکذیب کرے گا، ایک دوسرے کو جھٹلائے گا، اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ نے جو بھی خبر دی ہے، اس میں محال ہے اور یقینی طور پر بہت مشکل ہے۔

جو شخص بھی اس قسم کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں اختلاف ہے یا بعض بعض کی کمی کا اظہار کرتی ہے تو ایسا شخص عقلی اعتبار سے برا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا دل بھی یقیناً ٹیڑھا ہوچکا ہے، ایسے شخص کو چاہیے کہ اگر وہ اسلام کا دعویدار ہے تو صدق دل سے توبہ کرے اور اپنی سرکشی اور ضلالت وگمراہی سے نکل آئے۔

جو شخص بھی اس قسم کا وہم رکھتا ہے کہ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کی سنت مطہرہ کے مابین کسی قسم کا تناقص یا آپسی اختلاف ہے، تو ایسا شخص یقیناً قلت فہم رکھتا ہے، اس کا تدبر اور غوروفکر کرنا ناقص ہے، اسے علم حاصل کرنا چاہیے۔ علم کی جستجو کرنی چاہیے اور حق کی تلاش میں، صحیح علم کی جستجو میں کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ حق کو پاسکے اور اس وقت تک خاموش نہیں رہنا چاہیے جب تک کہ اس پہ حق واضح نہ ہوجائے، اگر اس پر حق واضح نہیں ہورہا ہے تو جو لوگ صحیح علم والے ہوں ایسے اپنے عالم پر بھروسہ کرنا چاہیے تاکہ اپنے وہم وگمان سے چھٹکارا پا جائے اور اسی طرح وہ بھی کہنے والا بن جائے جس طرح کہ علم میں پختہ اور راسخ اہل علم کہتے ہیں:

﴿آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا﴾

(سورة آل عمران: 7)

"کہ ہم اس پر ایمان لائے تمام چیزیں ہمارے رب کی جانب ہی سے ہیں۔"

اور اسے یہ بھی یقین وعلم ہوجائے کہ کتاب وسنت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی تناقض نہیں ہے، کتاب وسنت کی ہر بات پختہ ہے، اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے، جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے بیان کیا ہے، بالکل حق وثابت ہے۔

☆☆☆

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی ہیں اور وہ مکرم بندے ہیں وہ سب اللہ کے باعزت بندے بھی ہیں، کسی بات میں وہ اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں لے جاتے ہیں

بلکہ وہ اس کے فرمانبردار بندے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جو بھی حکم دیتا ہے، اسے بجالاتے ہیں۔

﴿ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ * لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴾ (سورة الأنبياء: 26-27)

"وہ اللہ کے باعزت بندے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات میں سبقت نہیں کرتے ہیں، اور وہ اس کے حکم کے متعلق بھی عمل کرتے ہیں۔"

﴿ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ * يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴾ (سورة الأنبياء: 19-20)

"وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور تھکتے بھی نہیں ہیں، وہ رات دن تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا بھی سستی نہیں کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ہم سے چھپار کھا ہے۔ اس لیے ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے ہیں۔ بسااوقات اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کے لیے ان کا اظہار بھی کیا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو ان کی مکمل صورت میں دیکھا ہے، جن کے 600 پَر تھے، جو افق پر چھائے ہوئے تھے، اس طرح انسانی شکل میں بھی جبرائیل علیہ السلام مریم علیہا السلام کے پاس تشریف لائے، لہٰذا وہ ان سے مخاطب ہوئیں اور جبرائیل، مریم سے مخاطب ہوئے، اسی طرح جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس ایک شخص کی صورت میں آئے جبکہ آپ کے پاس صحابہ بھی تشریف فرما تھے، ان پر کسی قسم کا سفری اثر نظر نہیں آ رہا تھا، نہایت ہی صاف ستھرے سفید کپڑے پہنے ہوئے اور نہایت کالے بالوں والے آئے، نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گئے، اپنے دونوں گھٹنوں کو آپ ﷺ کے دونوں گھٹنوں سے ٹیک دیئے۔ اور انہوں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو نبی ﷺ کی دونوں رانوں پر رکھ دیا۔ وہ نبی ﷺ سے مخاطب ہوئے اور نبی ﷺ ان سے مخاطب ہوئے، اس کے بعد نبی ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خبر دی کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے، گویا کہ صحابہ نے بھی جبرائیل علیہ السلام کو انسانی شکل میں دیکھا۔

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ

فرشتے اپنے کاموں پر برابر بجالائے ہیں، لہٰذا انہی میں سے جبرائیل علیہ السلام وہ فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ وحی پہنچانے پر مامور کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے وحی لے کر اس کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل کی جانب برابر وحی پیش کرتے رہے۔

ان میں سے میکائیل علیہ السلام بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بارش برسانے اور پودوں وغیرہ کو اگانے پر مقرر کیا ہے۔ ان میں اسرافیل علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن صور پھونکنے پر مقرر کیا ہے۔ ان میں سے ایک فرشتہ ملک الموت جن کا کام موت کے وقت روحوں کو نکالنا ہے، ان میں سے ایک فرشتہ ملک الجبال یعنی پہاڑوں کا فرشتہ، جس کے ذمہ پہاڑوں کی ذمہ داری ہے، ان میں سے بعض فرشتے ایسے ہیں جنہیں دوزخ وجہنم کا داروغہ مقرر کیا گیا ہے۔

ان میں سے بعض فرشتوں کے ذمہ رحموں میں بچوں کو مقرر کرنے کے لیے رکھا گیا ہے اور دوسروں کو بنی آدم کی حفاظت کرنے پر مقرر کیا گیا ہے، اسی طرح ہر شخص کے دو فرشتے مقرر کیے گئے ہیں جو اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے وہ جو بھی کلمہ بولتا ہے اسے وہ برابر لکھ لیتے ہیں۔

﴿عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ * مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (سورة ق: 17-18)

"وہ دائیں اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے ہیں، جو بھی بات وہ بولتا ہے مگر اس کے پاس ایک چاق وچوبند نگہبان ہوتا ہے۔"

ان میں سے بعض فرشتے میت سے سوال کرنے پر مقرر کیے گئے ہیں، جبکہ اسے آخری ٹھکانہ پر رکھ دیا جاتا ہے تو وہ اس سے سوال وجواب کرتے ہیں، دو فرشتے اس کی قبر میں آتے ہیں، اس سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے متعلق سوال کرتے ہیں:

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾ (سورة إبراهيم: 27)

"اللہ تعالیٰ انہیں قول میں ثابت قدم رکھتا ہے جو دنیاوی زندگی میں بھی ثابت قدم تھے وہ آخرت میں بھی ثابت قدم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔"

ان میں سے بعض فرشتے ایسے ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنت پر مقرر کیا ہے، وہ جنتیوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں:

﴿وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ* سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ (سورة الرعد: 23-24)

"اور فرشتے اہل جنت پر ہر دروزاے سے داخل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) تم پر سلامتی ہو، یہ تمہارا اس صبر کا بدلہ ہے جو تم نے کیا ہے، بس کیا ہی عمدہ انجام ہے۔"

اسی طرح نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ آسمان میں جو بیت المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، ایک روایت کے مطابق اس میں داخل ہو کر نماز ادا کرتے ہیں، پھر اس میں دوبارہ داخل نہیں ہوتے ہیں، یعنی ایک مرتبہ جو فرشتے داخل ہو جاتے ہیں اور اس سے نکل جاتے ہیں تو دوسری مرتبہ اس میں داخل ہونے کی ان کی باری نہیں آتی ہے۔

جماعتی دورہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث قرآن وسنت کو بہترین نظام زندگی کا منبع و سرچشمہ اور شریعت اسلامی کا اصل ماخذ مانتے ہوئے دنیامیں ان کی عظمت وترویج کی علمبردار ہے ہماری زندگیوں کا صرف

ایک ہی مقصد ہے کہ مسلمان عام انسانی کاوشوں اور اجتہادات کی بجائے براہ راست قرآن و سنت کے چشمہ صافی سے مستفید ہوں کیونکہ امام مالکؒ کے بقول ہر انسان سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، ہر ایک کی رائے رد کی جاسکتی ہے، سوائے خاتم النبیین ﷺ کے فرمان کے کہ اسے رد کرنا کفر و فسق ہوتا ہے، تحریک عمل بالحدیث دور صحابہ سے سرگرم عمل ہے اور خیر القرون سے لیکر اب تک مصروف عمل رہی ہے اور جس نے ہمیشہ اس میسج کو منوایا کہ اسلامی شریعت کا منبع و سرچشمہ صرف قرآن و سنت ہے کسی امتی کی رائے اجتہاد دین نہیں ہوسکتی ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے قائدین و علماء نے جمعیت کی مختلف برانچوں کا دورہ کرتے ہوئے کیا، امیر جمعیت مولانا محمد ابراہیم میرپوری ناظم اعلی حافظ حبیب الرحمن حبیب، چیف ایڈیٹر ماہنامہ صراط مستقیم مولانا حفیظ اللہ خان، ناظم تبلیغ مولانا شریف اللہ شاہد، ناظم طبع و تالیف حافظ عبدالباسط العمری، ڈائریکٹر اسلامک سنٹر ویکفیلڈ مولانا عبدالستار عاصم و دیگر علماء و فضلاء نے مڈلینڈ، ویسٹ یارکشائر کی برانچوں

بریڈفورڈ5بریڈفورڈ7بریڈفورڈ8بریڈفورڈ3، لیڈز، ویکفیلڈ، کیتھلے، سکیپٹن، ڈیوزبری، ہڈرسفیلڈ، ٹی سائڈ میں نیوکاسل، مڈلزبرا، اولڈھم آشٹن انڈر لائن اور مانچسٹر کی برانچوں میں مختلف عہدیداران سے ملاقاتیں کیں۔ناظم اعلی حافظ حبیب الرحمن گلاسگو سے، مولانا محمد ابراہیم میرپوری اور مولانا حفیظ اللہ خان برمنگھم سے حافظ عبدالباسط نیوکاسل سے حافظ شریف اللہ بریڈفورڈ سے وفود کی شکل میں شامل ہوئے، نیوکاسل میں حافظ عبدالباسط مڈلزبرا میں مولانا واجد مالک، بریڈفورڈ میں حاجی محمد اکبر حاجی محمود احمد، محمد یاسین چوہدری حبیب الرحمن، چوہدری شوکت علی، چوہدری محمد رمضان، آشٹن انڈرلائن میں ضیاء الرحمن انصاری، چوہدری حبیب الرحمن خطیب، ویکفیلڈ میں مولانا عبدالستار عاصم، حاجی عبدالمجید، کیتھلے میں قاضی تاج، محمد شعیب لالہ فیض عالم، مانچسٹر میں چوہدری محمد اشرف، محمد جاوید، فروخ ظہیر، اولڈھم میں حاجی محمد اقبال بھٹی چوہدری مقصود احمد، مولانا شفیق الرحمن شاہین، ڈیوزبری میں حاجی محمد اسحق، ہڈرسفیلڈ میں مولانا محمد زکریا سعود، سکیپٹن میں حاجی محمد نذیر و دیگر احباب جماعت سے ملاقات کی، قائدین نے انہیں بتایا کہ اڑھائی سال قبل جماعتی انتخابات میں منتخب ہونے والی قیادت نے جماعت میں کارکردگی کے اہداف کا تعین کیا تھاان میں دستوری، تبلیغی، دعوتی انتظامی، تعلیمی اور تنظیمی معاملات شامل تھے دعوتی سلسلہ کو منظم کیا اور دعوتی نقطہ نظر سے اسے سات زونوں میں تقسیم کیا تھا اردو وانگریزی کے مختلف پروگراموں کو مرتب کیا اور مختلف برانچوں میں متعین کردوہ عنوانات پر دروس کا انعقاد کیا گیا جس سے جماعت میں علم وآگہی اور شعوری بیداری کی نئی لہراور حرارت دوڑ گئی تھی اور پھر کروناوائرس کی وجہ سے لاک ڈاؤن ہوگیا جس سے لائیو دروس جاری نہ رکھے جاسکے، لیکن اس کے باوجود قیادت نے آن لائن دروس اور کانفرنسز کا اہتمام کیا جس سے احباب جماعت سے رابطہ تیز تر ہوگیا، اسی طرح آن لائن میٹنگوں کا سلسلہ جاری رکھا جس کے کم از کم 33اجلاس زوم میں کیے گئے، جماعتی ویب سائٹ کو اپ ڈیٹ کیا گیا۔ گزشتہ تقریباًنصف صدی سے جاری ایک معیاری ماہانہ میگزین صراط مستقیم کی ماہانہ آن لائن اشاعت کا آغاز کیا، جس سے اس کا حلقہ قارئین وسیع تر ہوگیااور دنیا کے تمام ممالک کے اہل توحید کو مستفید ہونے کا موقع میسر آگیا، اسی طرح عصر حاضر کے جدید مسائل مثلاًانسانی اعظاء کی پیوند کاری، لاک ڈاؤن کے دنوں میں مساجد میں رونقوں کی بحالی، کرونا ویکسین کے خلاف بعض لوگوں کے شکوک و شبہات کاازالہ سرفہرست رہے۔ اور اس کیلئے مستند ڈاکٹروں، فزیشنز اور فارماسسٹ ماہرین کو آن بورڈ لیا گیا، نیز نئی برانچز کے قیام کیلئے مسلسل رابطے اور تعاون کا سلسلہ بھی منظم کیا گیا ویکفیلڈ میں مسجد کیلئے جگہ خریدی گئی، گلوسٹر میں بھی انتظام کیا جارہاہے، بریڈفورڈ3 میں مرکز ام القریٰ اور لیڈز میں مسجد الرحمۃ کے قیام اور تشکیل کے علاوہ، یوکے کی بڑی بڑی برانچز میں دعوتی و تعلیمی کام کیلئے سسٹم متعارف کروایا، دستوری ڈھانچہ کی از سرنو ترتیب دی گئی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ لاک ڈاؤن کے باوجود جماعت کاکام عام حالات کی بجائے زیادہ بہتر طریقے سے سرانجام دیا گیاہے، جماعت کی تعلیمی سرگرمیوں میں نصاب کی اشاعت کا اہتمام ہوا اورپھراس سارے نصاب کو آن لائن کردیا گیاجس سے اشاعت سے استفادہ آسان اور عام ہوگیااور تمام خادمان جماعت نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان شاءاللہ ہر صورت میں جماعت کو منظم متحرک اور مفید ترین بنایاجائے گااور یوں جماعت جو پچھلے پچاس سال سے برطانیہ میں دعوت الی اللہ میں مصروف ہے،مزید بہتر اور منظم انداز میں اپنے اہداف میں آگے بڑھے گی، آخر میں جماعت کے تمام ذمہ داران نے ناظم اعلی حافظ حبیب الرحمن حبیب کی والدہ کی وفات پر ان سے اظہار تعزیت اور مرحومہ کیلئے دعائے مغفرت کی کہ غم و اندوہ کے ایسے سانحہ کے باوجود حافظ حبیب الرحمن نے دعوتی کام اور تنظیمی دوروں میں تعطل پیدا نہیں ہونے دیا اور اسے جاری وساری رکھا بلاشبہ جماعتوں کی ترویج واحیاء کیلئے ذمہ داروں کاایسا احساس ہی حیات نو کا سبب بنتا ہے ،ناظم نشرواشاعت المرکزیہ حافظ عبدالاعلی درانی نے بتایا کہ خادمان جماعت اورداعیان توحید وسنت کے باقی برانچوں کے دوروں کی تشکیل بھی دی جا چکی ہے جوباذن اللہ موسم گرما میں تسلسل کے ساتھ جاری رکھے جائیں گے۔

☆☆☆

سوال: استنبول کے ایک نو قائم شدہ عربی چینل ’ق‘ ٹی وی سے جلاتین کے موضوع پر ایک فقہی مذاکرے کی دعوت موصول ہوئی، جس میں میرے علاوہ مراکش سے بواسطہ ’زوم‘ شیخ سالم الشیخی بھی شرکت کر رہے تھے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل موضوعات زیر بحث آئے:

1۔ کھانے پینے کی چیزوں میں اصل قاعدہ کیا ہے؟

2۔ اس ضمن میں حلال و حرام کی بنیاد کیا ہے؟

3۔ کیا مباح چیز کا ہر چیز و مباح ہے اور کیا حرام چیز کا ہر جزء کا کھانا بغیر استحالہ کے حرام ہے؟

4۔ شرعی اعتبار سے جیلاتین کی کونسی اقسام ہیں؟

5۔ استحالہ کا مفہوم کیا ہے اور اسے کون متعین کرے گا؟

6۔ طبی رو سے کیا اسے کے لیے بھی طبی ضابطے ہیں؟

7۔ طبی فقہی لحاظ سے کیا جیلاتین کے اندر استحالہ کا عمل پایا جاتا ہے؟

8۔ طبی لحاظ سے اگر اختلاف رائے پایا جائے تو کیا وہ شرعی حکم پر اثر انداز ہو گا؟

کیا اس کا حرام ہونا صرف احتیاط کی بنا پر ہو گا؟

9۔ کیا اس کا حرام ہونا صرف کھانے کی حد تک ہے، علاج معالجے اور دوسرے استعمالات سے متعلق نہیں ہے؟

جوابات: پہلے اور دوسرے سوال جواب ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾

(سورۃ البقرۃ: 168)

”اے لوگو! زمین میں جو کچھ حلال اور طیب ہے اسے کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

یہاں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

1۔ کھانے کے لیے جائز اشیاء وہ ہیں جو ’طیبات‘ کی تعریف میں آتی ہیں۔

2۔ طیبات کے ساتھ ساتھ شرعی لحاظ سے ان کا حلال ہونا بھی ضروری ہے، جیسے مویشی وہ شرعی ذبیحہ کے بعد حلال ہوتے ہیں۔

3۔ شیطان اس باب میں بنی آدم کا ازلی دشمن ہے جو انہیں حلال و حرام میں تمیز کرنے سے باز رکھنا چاہتا ہے، اس لیے اس کے مکر و فریب سے بچنا ضروری ہے۔

سوالانعام کی آیت 148 میں بتایا گیا ہے کہ شرک اور حرام چیزوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ فرمایا:

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ﴾

”مشرکین عنقریب کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے آباؤاجداد اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔“

اور چونکہ دور جاہلیت میں عربوں نے اپنی طرف سے بہت سے جانوروں کو حرام ٹھہرا لیا تھا، جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام وغیرہ تو ان کی تردید کرتے ہوئے کہا گیا:

﴿قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾

(سورۃ الأنعام: 145)

”آپ کہہ دیجیے کہ جو کچھ وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا، کسی کھانے والے کے لیے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت ہو کہ ناپاک ہے یا غیر اللہ کا نام کسی جانور پر لیا جائے جو خود ایک گناہ ہے۔“

اور پھر مجبوری کی بنا پر دو شرطوں کے ساتھ ان کے کھانے کی اجازت دی گئی۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورۃ الأنعام: 145)

”تو پھر اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ وہ اس کھانے کی چاہت رکھتا ہو اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ کھانے والا ہو تو تیرا رب معاف کرنے والا ہے، رحمت کرنے والا ہے۔“

یہاں چار چیزوں کو حرام ہونے میں محصور نہیں کیا گیا بلکہ جاہلیت کے عربوں پر حجت تمام کی جا رہی ہے کہ تم جن جانوروں کو حرام ٹھہراتے ہو تو ان کا ذکر تو وحی الٰہی میں کہیں نہیں آیا۔ جن کا ذکر آیا ہے وہ تو یہ چار چیزیں ہیں:

ایسی ہی حرمت کا ذکر سورۃ البقرۃ اور سورۃ المائدۃ میں بھی آیا ہے لیکن سورۃ الانعام کی اس آیت میں وضاحت آ گئی کہ

1۔ جانور کا وہ خون حرام ہے جو ذبح کرتے وقت بہہ گیا ہو۔

2۔ سؤر گندگی کی بنا پر حرام ہے۔

3۔ جس کھانے پر یا جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ ایک گناہ کا کام ہے۔

اور اس تفصیل سے ضمناً یہ بات معلوم ہوئی کہ

جیسے حلال و حرام ہونے کا ایک شرعی اور قانونی معیار ہے ویسے ہی ایک عقلی اور فطری معیار بھی ہے۔ وہ یہ کہ وہ تمام اشیاء جو ظاہری گندگی اور باطنی (عقلی واخلاقی) آلودگی سے پاک ہیں وہ سب حلال ہیں۔ اور یہ کہ تمام حلال اشیاء ظاہری اور باطنی پر پاکیزہ، خوشگوار، معتدل، صحت بخش اور روح پرور ہوتی ہیں۔ انہیں ہی طیبات کہا جاتا ہے اور اس کے برعکس خبیثات، ہیں جنہیں ان کی ظاہری اور باطنی گندگی کی بنا پر حرام قرار دیا گیا ہے۔

اور اللہ کے نبی ﷺ کا یہ وصف بتایا گیا ہے کہ
﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (سورة الأعراف: 157)
"اور وہ ان کے لیے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام ٹھہراتے ہیں۔"

اور یہ بھی ارشاد فرمایا:
﴿ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ﴾
"اور تمام گناہوں کو چھوڑ دو چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔" (سورة الأنعام: 120)

قاعدہ یہ معلوم ہوا کہ جانوروں کی حد تک سب کے سب حرام ہیں، الا یہ کہ وہ ایسے مویشی ہوں جن کو ذبح کر کے کھایا گیا ہو۔

اور باقی تمام قابل خورد و نوش اشیاء حلال ہیں، الّا یہ کہ ان میں سے کسی کھانے کو غیر اللہ کے نام پر خاص کیا گیا ہو۔

تیسرے سوال کے جواب میں عرض ہے کہ ہر حلال چیز کے اجزاء بھی حلال ہیں، سوائے خون، فُضلے یا کسی مضرّ چیز کے اور ایسے ہی ہر حرام چیز کے اجزا بھی حرام ہیں، سوائے ہڈی، ناخن وغیرہ کے جن میں خون کی سرایت نہیں ہوئی۔ ان کا خارجی استعمال جائز ہے، سلف میں ہاتھی دانت کی بنی ہوئی کنگھی کا استعمال دیکھا گیا ہے۔

اور ایسے ہی مردہ جانور کی کھال کو بھی دباغت کے بعد قابل استعمال جائز قرار دیا گیا۔

اور اگر مردہ جانور چاہے وہ مویشیوں میں سے ہوں یا حرام جانوروں میں سے، استحالہ کے بعد، چونکہ ان کی ماہیت تبدیل ہو چکی ہوتی ہے، اس لیے اگر وہ کسی اچھی چیز میں تبدیل ہو چکے ہوں تو ان کا کھانا پینا یا ظاہری استعمال جائز ہو جاتا ہے۔

چوتھا سوال جیلاتین کی اقسام سے متعلق ہے۔

جیلاتین (Gelatain) ایک لجلجا قسم کا مادّہ ہے جو جانوروں کی ہڈیوں میں سے نکالا جاتا ہے۔ اس مادّہ کا اصل نام کولاجین (Collegen) بتایا جاتا ہے جو کہ پروٹین کی افزائش کا اصل جزو ہے۔

اس مادے کو کیمیاوی تحلیل کے بعد جیلاتین میں تبدیل کیا جاتا ہے جس کی تفصیل استحالہ کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

اس کی بنیادی دو قسمیں ہیں:

حیوانی اور نباتاتی

حیوانات میں 44 فیصد سؤر کی کھال سے، 28 فیصد گائے، 27 فیصد صرف ہڈیوں اور 1 فیصد دوسری اشیاء سے حاصل کی جاتی ہے۔

نباتات میں زیادہ تر انحصار سمندر میں پائی جانے والی گھاس سے جیسے عربی میں طحالب البحر کہا جاتا ہے، سے بنائی جاتی ہے۔ جیلی کی تمام اقسام اس میں شامل ہیں۔ (نباتی بھی اور حیوانی بھی)

بعض مچھلیوں سے بھی جیلاتین حاصل کی جاتی ہے۔

گرم پانی (30 فیصد سینٹی گریڈ) میں جیلاتین گھل جاتی ہے اور سخت ٹھنڈ میں جم جاتی ہے، ذائقہ اور بُو نہیں پائی جاتی، شوخ زرد رنگ بعض اقسام میں نظر آتا ہے، کھانے پینے کی متعدد اشیاء میں استعمال کی جاتی ہے، جیسے

پنیر، آئس کریم، چاکلیٹ، میٹھی گولیاں، مارجرین کا مکھن، چونگم، گوشت کی مختلف اطباقا میں، اس کے متعدد طبی استعمال بھی معروف ہیں، جیسے

دواؤں کے کیپسول، مرہم، طبی خارجی مسکنات، بناوٹی حُسن کی مختلف انواع کی کریم، کئی طرح وٹامن، فوٹو گرافی کے اوراق، جیلاتین لاطینی زبان سے ماخوذ ہے اور جامد کے معنیٰ میں معروف ہے، یعنی کئی مواد کو جوڑ کر رکھنا اس کا اصلی وصف ہے۔

طبی لحاظ سے جیلاتین کے کئی فائدے ہیں، جیسے: زخموں ک جلد بھرنے میں مدد دینا، ناخن، بال اور دانت کو خوشنما بنانا، ہڈیوں کو مضبوط کرنا، انسانی جسم میں قوت برداشت کو بڑھانا، بڑھاپے کے اثرات کو کم کرنا، بے خوابی کا علاج اور پُر سکن نیند لانے میں مدد دینا، جوڑوں کے درد کا علاج، سرخ ذرّات خون کی کمی کا علاج، وزن کی کمی کا مداوا، شوگر کی ثانوی قسم کا علاج، ان فوائد کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں میں جلاتین کا استعمال مضر بھی ثابت ہوا ہے، جیسے:

معدے کی جلن، شدید الرجی جو دل کو متاثر کر سکتی ہے۔ خارجی جلد (کھال) میں جلن کا پیدا ہونا، زیادہ استعمال جگر کو متاثر کر سکتا ہے۔

آنتوں میں اضطراب کا پیدا ہونا، پیٹ پھولنا، بیمار جانوروں (جیسے پاگل گائے کے امراض) سے حاصل کردہ جیلاتین کئی مہلک امراض کا باعث ہو سکتی ہے۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اسے استعمال نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اگلے پانچوں سوالات استحالہ اور اس کے طبی اور شرعی احکامات سے متعلق ہیں۔

استحالہ (Transformation)

لغوی اعتبار سے ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا اور اصطلاحی اعتبار سے ایک چیز کا کسی دوسری چیز میں اس طرح بدل جانا کہ اس کے اوصاف بھی تبدیل ہو جائیں۔

یہ تبدیلی اگر نجاست سے پاکی کی طرف ہو گی تو حلال متصور ہو گی اور اگر پاکی سے نجاست کی طرف ہو گی تو حرام کہلائے گی۔

مثال کے طور پر مویشی جو چارہ کھاتے ہیں وہ ان کے بدن کا جزو بن جاتا ہے، اس میں گوشت، دودھ، خون اور فضلہ شامل ہے۔

گوشت (ذبیحہ کی شکل میں) اور دودھ پاک ہونے

کی وجہ سے حلال ہوں گے اور خون (اپنے مضر اثرات کی بنا پر) اور فضلہ اپنی ناپاکی کی بنا پر حرام ہوں گے۔ اور اس اعتبار سے نباتاتی جیلاتین بالاتفاق حلال ہے کہ وہ اصلاً بھی نبات کی شکل میں تھی جو کہ پاک ہے اور پھر اس سے جلاتین بنائی گئی اور ایسے ہی وہ جیلاتین جو مذبوح جانوروں کی ہڈیوں یا کھال سے بنائی گئی ہو۔ لیکن اگر اصل ہی ناپاک ہو جیسے مردہ جانور یا سؤر، تو آیا جیلاتین کی شکل میں اس کا استحالہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ایک رائے تو یہ ہے کہ سؤر نجس عین ہے، اس لیے اگر وہ کیمیائی عمل سے گزر بھی جائے اس کی نجاست باقی رہے گی اور اس لحاظ سے سؤر کی کھال سے بنی جیلاتین ناپاک رہے گی اور اس کا استعمال حرام ہو گا۔

لیکن دوسری رائے یہ ہے کہ چاہے مردہ جانور ہو یا سؤر ہو، اس کا استحالہ ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اس نے کون سی شکل اختیار کی ہے؟

مثال کے طور پر اگر مردہ جانور چاہے کتا ہو یا سؤر، اگر نمک کی کان میں عرصہ تک پڑا رہے، تو وہ خود نمک میں تبدیل ہو جائے گا۔ اب اس کا حکم نمک کا ہو گا نہ کہ کتے یا سؤر کا۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے شراب دھوپ میں پڑی رہے یا کسی کیمیکل تحلیل کی بنا پر سرکے میں تبدیل ہو جائے تو وہ سرکہ کہلائے گی اور اسکا کھانا جائز ہو گا۔ سؤر، مردار یا غیر مأکول اللحم (وہ جانور جن کا کھانا جائز نہیں ہے) اگر عمل، استحالہ سے گزریں کہ جس میں کھولتا ہوا پانی، عمل تک یہ (ACID) اور پھر عمل تخفیف (خشک کیا جانا) شامل ہے تو کولاجین، جیلاتین میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ نہ صرف نام تبدیل ہو تا ہے بلکہ اوصاف بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔

اور اسی کو استحالہ کلیہ (مکمل نہ کہ جزوی) کا نام دیا جاتا ہے۔

جیلاتین اب ایک نئی شکل ہے جس میں کولاجین کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور نہ ہی اس کی بُو پائی جاتی ہے۔ یہ ایسے ہی جیسے سؤر کی چربی کو کیمیاوی تجربے سے گزارا جائے اور اس سے پلاسٹک بنایا جائے، جو کہ چربی کی جگہ ایک مختلف چیز ہے۔

استحالہ کئی طریقوں سے ہو سکتا ہے۔

1۔ جلائے جانے سے جیسے جانوروں کا فضلہ، جلائے جانے کے بعد وہ راکھ میں بدل جاتا ہے۔

2۔ کسی دوسری چیز میں طویل عرصہ رہنے کی بنا پر تحلیل ہو جائے، جیسے

مردہ جانور کا نمک کی کان میں گر جانا اور نمک میں تبدیل ہو جانا۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک اور مثال بھی دی ہے اور وہ یہ کہ نبی ﷺ نے مسجد نبوی کے لیے جو جگہ خریدی تھی، اس میں مشرکین کی قبریں تھیں، نبی ﷺ نے ان قبروں کو کھدوایا اور ان میں مردہ اجسام کی جو ہڈیاں ملیں، انہیں کہیں دور پھینک دیا گیا۔ لیکن جسم کے جو اجزاء مٹی میں تبدیل ہو چکے تھے، اس مٹی کو باقی رہنے دیا گیا اور وہیں پر مسجد کی تعمیر ہوئی۔ گویا ان کے اجسام کی مٹی میں تحلیل ہو چکی تھی، اس لیے اب مٹی کا اعتبار کیا گیا، مردہ اجسام کا نہیں۔

3۔ کیمیاوی عمل کے ذریعے ایک چیز دوسری شکل میں اختیار کر لے جو پاک وصاف ہو۔

جیلاتین میں اسی تیسرے طریق کو اختیار کیا گیا ہے، اس لیے اسکے جواز کا حکم لگایا گیا ہے۔ اسکے سارے استعمالات مفید پائے گئے ہیں۔

جن اطباء کی رائے میں جیلاتین کا استعمال بعض حالات میں مضر پایا گیا ہے تو اس کی وجہ وہ طریقہ استخراج ہے کہ جسے جلاتین کے حصول کے لیے اپنایا گیا ہے۔ یعنی سستی جیلاتین کے حصول کے لیے کیمیاوی طریق کی پابندی نہیں کی گئی جس کی بنا پر کولاجین کے مضر اثرات باقی رہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ

جیلاتین سے بنی ہوئی مصنوعات (جن میں E نمبر بھی شامل ہیں) جائز ہیں بشر طیکہ اطباء کی طرف سے اطمینان دلایا جائے کہ مادہ کولاجین ایک کیمیاوی عمل کے نتیجہ میں جیلاتین میں تبدیل ہو چکا ہے اور اس کے تمام اوصاف تبدیل ہو چکے ہیں اور یہ کہ اس کا استعمال فائدے کے لیے ہو۔ اور یہ کہ اس کے کوئی مضر اثرات نہ پائے جائیں۔

البتہ اگر ان میں سے کسی بھی مصنوعات کے بارے میں شک واقع ہو جائے تو بہتر ہے کہ اس کے استعمال سے پرہیز کیا جائے جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:«دع ما يريبك إلى ما لا يريبك» (جامع ترمذی، مسند أحمد)

”جو چیز شک کا باعث ہو اسے چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔“

حافظ حبیب الرحمٰن جہلمی کی والدہ وفات پا گئیں!

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ مولانا حافظ حبیب الرحمٰن جہلمی کی والدہ عید الاضحیٰ سے چند دن قبل جہلم میں وفات پا گئیں! إنا لله وإنا إليه ارجعون

مرحومہ نیک و صالحہ اور حسن کردار سے متصف تھیں۔ مولانا عبد الحمید ازہر مدنی مہتمم جامعہ اثریہ جہلم نے رقت آمیز لہجے میں ان کی نمازہ جنازہ پڑھائی، جس میں بہت سے علماء اور احباب شریک تھے، ان دنوں یہاں کورونا کی وجہ سے حافظ حبیب صاحب پاکستان نہ جا سکے اور یہیں والدہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی، جس میں بہت سے علماء کرام اور احباب و اقارب نے شرکت کی اور حافظ حبیب صاحب سے اظہار تعزیت کیا، دعا ہے کہ اللہ کریم مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ آمین یا رب العالمین

صفات باری تعالیٰ ؛ چند بنیادی اصول

اس دنیا میں رہتے ہوئے حالت بیداری میں جسمانی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے خواب میں اپنے رب کو دیکھا۔ فرمایا:

«رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ» ”میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔“ (جامع ترمذی: 3234)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے دنیا میں رب تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ صرف سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کے قائل ہیں مگر وہ کبھی یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھ سے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم: 455)

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو تم سے بیان کرے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے یقیناً جھوٹ کہا۔“ (صحیح بخاری: 4855)

قیامت کے دن انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ مؤمنوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ * إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ”کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔“

(سورۃ القیامۃ: 22-23)

اللہ تعالیٰ کی حقیقت و کیفیت کو پالینا کسی کے لیے ممکن ہے نہ اس دنیا میں نہ آخرت میں کیونکہ مخلوق محدود ہے اور خالق لامحدود ہے اور محدود مخلوق لامحدود خالق کی حقیقت کو کیسے پاسکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود ہے اور ہمیشہ سے ہمیشہ کے لیے موجود ہے کوئی لمحہ بھی اس کی موجودگی سے خالی نہیں ہے۔ اس کی موجودگی پر ایمان لانے سے دیگر موجودات کے ساتھ اس کی مشابہت لازم نہیں آتی کیونکہ وہ اپنی شان کے مطابق موجود ہے، اس پر عدم اور زوال نہیں ہے، جبکہ کائنات کی ہر چیز پہلے موجود نہیں تھی پھر خالق کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی۔

کوئی جگہ بھی اس کے علم، اس کی قدرت اور اس کے کنٹرول سے باہر نہیں ہے۔ ذرے ذرے پر اس کی حکومت ہے ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔

جب ہم کسی چیز پر غور کرتے ہیں تو لامحالہ طور پر اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ اسے پیدا کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت وکاری گری کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ دل میں اس کی عظمت کا احساس پختہ ہوتا ہے اور بندہ پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے لگتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی توہین ہے کہ وہ نیچے ہو اور اس کی بنائی ہوئی کوئی چیز اس کے اوپر ہو، لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے ساری مخلوقات سے حتیٰ کہ عرش سے بھی اوپر ہے۔ اس سے اس کا محدود ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ کوئی چیز اس کا احاطہ نہیں کر سکتی لہٰذا وہ اپنی شان کے مطابق عرش کے اوپر بلند وبالا ہے، اپنی شان کے مطابق ہی رات کے آخری حصے میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اپنی شان کے مطابق ہی میدانِ حشر میں فیصلوں کے لیے تشریف لائے گا بلکہ آج بھی وہ اپنی شان کے مطابق اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہے، اس کی ساری خبریں سچی ہیں، واجب الایمان ہیں۔ ان میں تضاد نہیں ہے۔ تضاد صرف بیمار ذہنوں کو محسوس ہوتا ہے کیونکہ پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملات کو مخلوق کے معاملات پر قیاس کرتے ہیں، پھر کچھ لوگ تو مختلف شبہات کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی سچی خبروں کو تشابہ قرار دیتے ہیں۔ نہ صاف اقرار کرتے ہیں نہ انکار اور کچھ لوگ واقعتاً انکار کی جسارت بھی کر بیٹھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کے اندر داخل نہیں ہوتا کیونکہ وہ سب سے بڑا ہے اور جو سب سے بڑا ہو وہ چھوٹی چیزوں میں کیوں داخل ہو گا؟ پھر اس کی کیا مجبوری ہے کہ کسی چیز میں داخل ہو؟ جب وہ لامحدود ہے اور ہر مخلوق محدود ہے تو پھر لامحدود خالق محدود مخلوق میں کیوں داخل ہو گا؟

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ﴿عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ہے ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔ ہر کام بخوبی کر سکتا ہے مگر اس کی آڑ میں من گھڑت کام تو اس کے ذمے نہیں لگائے جا سکتے۔ اس کا وہی کام مبنی بر حقیقت ہے جس کی اس نے اجمالی یا تفصیلی طور پر خبر دی ہے اور جس کام کی اس نے خبر ہی نہیں دی خواہ مخواہ اسے فرض کر کے اس کے نام لگا دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ مشابہت سے پاک ذات ہے، لہٰذا کسی مخلوق کو اس کا سایہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کوئی چیز اور اس کا سایہ ایک دوسرے کے مشابہہ ہوتے ہیں اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہہ ہے نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہہ ہے۔ لہٰذا اگر اس خاص

معنیٰ میں کسی بادشاہ کو بھی ظل الٰہی کہا جائے گا تو غلط ہو جائے گا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کسی چیز میں داخل نہیں ہوتا اسی طرح کوئی مخلوق بھی اللہ تعالیٰ میں داخل نہ ہوتی ہے نہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ 'الصمد' ہے جس کا ایک معنیٰ ہے، ٹھوس ذات جس کے لیے اندر خلال نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو اس مخصوص مفہوم کے ساتھ 'فنافی اللہ' کہا جاتا ہے یا سمجھا جاتا تو یہ قطعی طور پر غلط ہے۔

بعض لوگ ایسی ریاضتیں کرتے ہیں جن کے نتیجے میں ان کے دماغ میں خشکی اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے پھر جو چیز ان کے وہم وگمان اور خیالوں میں چھا جاتی ہے وہ انہیں 'نظر' آنے لگتی ہے ان ریاضتوں کے نتیجے میں وہ کبھی مرشد کا تصور ہر وقت اپنے دل ودماغ پر جمائے رکھتے ہیں گویا وہ عدم موجودگی کے باوجود انہیں نظر آرہا ہوتا ہے کبھی وہ رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا دعویٰ کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم خود اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکتے ہیں بلکہ کر لیتے ہیں۔ ہم اس سے کلام کرتے اور ڈائریکٹ کال ملاتے ہیں اور اس کی آڑ میں وہ کتاب وسنت کی تعلیمات سے بے نیاز ہو کر اپنی من مانیوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور جب انہیں کتاب وسنت کی روشنی میں کسی غلطی پر ٹوکا جاتا ہے تو وہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ کڑوا سچ یہ ہے کہ ایسی ریاضتوں کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے شیخ محترم حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ نے اس موضوع پر تفصیل سے قلم اٹھایا ہے، پھر فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایت، قرآن وحدیث، میں قرب الٰہی کے لیے ان ریاضتوں، سلسلوں اور ذریعوں کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے وہم وگمان اور خواہش نفس کا اتباع کہہ کر بت پرستی قرار دیا ہے۔ (دیکھیے: سورۂ نجم 19 تا 25) اگر اللہ تعالیٰ کے قرب اور دیدار کا طریقہ یہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ہمیں ضرور بتا دیتے۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر دنیا میں رب تعالیٰ کا دیدار برداشت نہیں کر سکے تو کسی اور بے چارے کی کیا مجال ہے۔ (تفسیر القرآن الكريم: 1/ 674، سورة الاعراف:128،حاشیہ نمبر7)

اللہ تعالیٰ کو جسم اور روح کا مرکب کہنا درست نہیں ہے وہ اجزاء اور مرکب ہونے سے پاک ہے۔ لہٰذا عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث (ایک خدا کو تین کہنا یا تینوں کے مجموعے کو ایک قرار دینا) کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اسی طرح یہ جو ہم آج کل دیکھتے ہیں کہ لفظ 'اللہ' لکھا ہوتا ہے اور اس کے اندر پانچ جلیل القدر ہستیوں کا نام لکھنا ہوتا ہے۔ دور سے دیکھیں تو لفظ اللہ ہی پڑھا جاتا ہے قریب جا کر دیکھیں تو پانچ ہستیوں کے اسماء گرامی لکھے ہوتے ہیں جیسے کہا جا رہا ہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہو کر بھی پانچ ہے اور پانچ ہو کر بھی ایک ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

جس طرح انسان کا باپ بھی انسان ہوتا ہے، انسان کی ماں بھی انسان ہوتی ہے، انسان کا بیٹا بھی انسان ہوتا ہے، انسانوں کا بادشاہ بھی انسان ہوتا ہے، انسان کا بھائی بھی انسان ہوتا ہے، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کا ماں باپ ہوتا یا اولاد ہوتی یا اس کے بھائی بہن ہوتے یا اس کا کوئی وزیر اور مشیر ہوتا تو اس نے بھی اللہ ہی کہلانا تھا۔ اس لیے بھی وہ جنس سے پاک ہے کوئی اس کا ہم جنس نہیں ہے نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی بچے، نہ بہن بھائی ہیں، نہ وزیر مشیر، وہ تنہا ہی ہے حتیٰ کہ اس کا نام ہی 'اللہ' ہے جس کا نہ کوئی تثنیہ ہے نہ جمع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہم مثل کوئی ہے نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد، لہٰذا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ اس نے آقا علیہ السلام کو اپنے خاص الخاص ذاتی اور بے مثال نور سے پیدا کیا۔ جب وہ خود اور اس کا نور پیدائش سے پاک ہے تو پھر اس کے نور سے کوئی چیز کیسے پیدا ہو گئی؟ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کے اللہ کا نور ہونے کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہدایت ہیں اور چونکہ ان کا ایمان سب سے زیادہ تھا اس لیے ان کا نور ایمان بھی سب سے زیادہ تھا اور چونکہ وہ سب سے بڑھ کر اللہ کے مقرب ہیں اس لیے عالم برزخ اور عالم آخرت میں انہیں حاصل ہونے والا نور بھی سب سے زیادہ ہے لیکن یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتی کہ ان کی ذات بابرکات اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے جدا ہو کر معرضِ وجود میں آئی تھی یا اللہ تعالیٰ خود بنفس نفیس ان کے روپ میں مدینہ تشریف لایا تھا۔ یہ محض عشق ہے اور جہاں عشق کا زور ہو وہاں پر معقول دلیل بھی بے جا ہو جاتی ہے۔

خالق اور مخلوق کا ایک ہونا بھی امر محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عدم، پیدائش موت اور فنا سے پاک ذات ہے جبکہ ہر مخلوق اس کے فیصلے اور فرمان کے نتیجے میں وجود میں آئی پھر ہر وجود کی کچھ ضروریات ہوتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ضروریات سے پاک ذات ہے۔

مختلف جہتوں کا وجود ہماری معلومات کے لحاظ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عُلُوّ (بلندی) کی صفت ہے یعنی اسے ہر قسم کا علو حاصل ہے طاقت اور غلبے کا لحاظ سے بھی۔ مقام ومرتبہ کے لحاظ سے بھی اور ذات اقدس کے لحاظ سے بھی۔ اگر یہ زمین واقعی گول ہے تو پھر بندہ اس کے کسی بھی حصے میں مقیم ہو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہی ہو گا بہت اوپر عرش سے بھی اوپر حتیٰ کہ وہ اتنا اوپر ہے کہ اس سے اوپر اور کوئی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اپنے بندوں کے اس حد تک قریب ہے کہ کوئی چیز اس کے لیے رکاوٹ

نہیں بن سکتی۔ دیکھتا تو کسی رکاوٹ کے بغیر، سنتا ہے تو کسی رکاوٹ کے بغیر، جانتا ہے تو کسی رکاوٹ کے بغیر، پکڑنا چاہے تو رکاوٹ کوئی نہیں، چھوڑنا چاہے تو رکاوٹ کوئی نہیں۔

اس لحاظ سے اگر کوئی شخص جوشِ عقیدت میں اپنے کسی مرشد کو ہزاروں میل کے فاصلے کے باوجود اپنے قریب سمجھتا ہے تو وہ اس کے بارے میں شانِ الٰہی کی رِیس کرتا ہے۔

جب عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ایک ہونے کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ انہیں صاف الفاظ میں کافر قرار دیا اور بتایا کہ ہر چیز کا مالک و مختار ہوں چاہوں تو ہر چیز کو آناً فاناً فنا کر دوں جو شخص اپنی والدہ کو وفات سے نہیں بچا سکا اور نہ اپنے آپ کو وفات سے بچا سکے گا وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ میں جس چیز کو چاہوں پیدا کر سکتا ہوں۔ جب میں نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر پیدا کر دیا تھا تو سیدنا عیسیٰ بن مریم کو باپ کے بغیر پیدا کرنا کون سا مشکل کام تھا؟ اور اگر ماں باپ کے بغیر پیدا ہونے والا خدا نہیں ہو سکتا تو صرف باپ کے بغیر پیدا ہونے والا خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر میرے پیغمبر نے ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہا، خود بھی اللہ کی بندگی کی، لوگوں کو بھی اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی اور کبھی بھی اپنے اللہ ہونے یا اللہ کا بیٹا ہونے یا تین خداؤں میں ایک خدا ہونے کا، اس نے دعویٰ نہیں کیا پھر تم نے اپنی خواہشات نفس کو دینی عقیدے کا درجہ کیسے دے دیا ہے؟ سورۃ المائدۃ:15۔17، 72-76 میں یہ مضمون تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

کتاب و سنت میں صاف صریح الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے چہرے، آنکھوں، ساعت، پنڈلی، پاؤں اور دیگر صفات کا ذکر جمیل ہوا ہے۔ سلف صالحین میں سے کسی نے بھی صراحت نہیں کی کہ یہ اس کے جسم کے اعضاء ہیں بلکہ انہوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ یہ اس کی صفات ہیں جو اس کی ذات اقدس سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہم ان کا ظاہری معنی تبدیل کیے بغیر انہیں برحق جانتے اور مانتے ہیں لیکن اس کی یہ صفات مخلوق کی صفات کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتیں۔ جب مخلوقات کے ہاتھ ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو خالق تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی صفات اس کی مخلوق کی صفات سے مختلف ہوں۔

شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

لکھنے کو جب بھی بیٹھا ہوں مدحت حسینؓ کی
جس کے بھی دل میں ہو گی محبت حسینؓ کی
دشمن ہے وہ خدا کا، خدا کے رسولؐ کا
اے ارضِ کربلا! ترے پہلو میں دل نہیں؟

آئی ہے یاد مجھ کو نجابت حسینؓ کی
حاصل اسی کو ہو گی رفاقت حسینؓ کی
رکھتا نہیں جو دل میں عقیدت حسینؓ کی
دیکھی ہے تو نے کیسے شہادت حسینؓ کی

ڈاکٹر تابش مہدی دہلی

محبت ایک عبادت

سید حسین مدنی، حیدرآباد

بندہ مختلف شکلوں میں اللہ کی عبادت انجام دیتا ہے، جن میں بدنی، مالی اور زبانی عبادات کے ساتھ ساتھ قلبی عبادات بھی ہیں اور ان قلبی عبادات میں محبت سرفہرست پائی جاتی ہے۔

جس طرح روح جان کے لیے مقوی اور غذا حیات بخش ہے، اسی طرح حقیقی زندگی کے لیے محبت آب حیات ہے، جس کی بدولت لبوں پر مسکان، چہروں پر چمک اور آنکھوں میں دمک قائم رہتی ہے، محبت ہی کی بنا پر تعلقات استوار رہتے ہیں، بلکہ محبت کی زنجیر لوہے کی زنجیر سے زیادہ مضبوط ثابت ہوتی ہے، شاید اسی لیے جس سے محبت ہو اس کی خدمت، صحبت اور رفاقت کی خاطر سردی، گرمی، برسات، حرارت، تمازت، صحت، بیماری، مجبوری، لاچاری، وقت حتیٰ کہ دولت بھی کچھ معنیٰ نہیں رکھتی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہی کی وجہ سے صحابۂ کرام اسلام کے داعی وشیدائی بنے، جان آفریں کے لیے جاں فشاں وجاں ستاں ثابت ہوئے، بلکہ دین کی سربلندی کے لیے ہر لمحہ جاں بازو جاں نثار بن کر رہے۔

محبت ہی کی وجہ سے حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کرتے وقت فرمایا:

"کعبے کی رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔"

محبت ہی کی وجہ سے عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کھجور کھانے کے لیے درکار مختصر وقت کو بھی ایک لمبی زندگی سمجھا، کھجوروں کو چھوڑ کر میدان کارزار میں اترے، اور رب کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

محبت ہی کی وجہ سے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے شہید ہونے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے دوبارہ زندگی اور پھر سے شہادت کی آرزو کی۔

واضح رہے کہ محبت کا تعلق دل سے ہے، جس میں اگر بہتری وسدھار آجائے تو سارے کا سارا جسم بہتر اور سیدھا رہے گا اور اگر اس میں بگاڑ وفساد آجائے تو نتیجتاً سارا جسم متاثر ہو جائے گا۔

محبت اور عبادت

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

"محبت سارے اعمال کی اصل وجہ اور ساری عبادات کا ایک بنیادی سبب ہے، اس اعتبار سے محبت حقیقت عبادت ثابت ہوتی ہے جس کے بغیر عبادت بے لطف اور بے جان رہ جاتی ہے۔"

(القول المفيد على كتاب التوحيد لابن العثيمين، باب قول الله تعالى ومن الناس...)

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح بندگی تین بنیادوں یعنی محبت، خوف اور امید پر قائم ہے اور محبت کے ساتھ عاجزی، اور خوف کے ساتھ امید ضروری ہے کیونکہ جس نے صرف محبت کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی تو وہ زندیق (بے دین اور ملحد) ہے۔ (کبھی کبھار زندیق منافق کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور شیخ نے صرف محبت کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنے والے کو کبھی زندیق قرار دیا تو کبھی صوفی قرار دیا۔)

جس نے صرف امید کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی تو اس کا تعلق مرجۂ فرقے سے ہے، جس نے صرف خوف کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی تو اس نسبت خوارج سے ہے اور جس نے محبت، خوف اور امید تینوں کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت تو وہ مؤمن اور موحد ہے۔

(عقيدة التوحيد وبيان ...، الفصل السادس في بيان ركائز العبودية الصحيحة، بلکہ یہ قول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی ہے، مجموع الفتاوی: 10/81، اور امام غزالی رحمہ اللہ نے امام مکحول رحمہ اللہ کی جانب اسے منسوب کیا۔ إحياء علوم الدين، ربع المنجيات، كتاب الخوف والرجاء، الشطر الأول فى الرجاء، بيان دواء الرجاء...

مزید فرمایا کہ جب کبھی عبادت کے یہ تینوں ستون بیک وقت جمع اور اثر انداز رہیں گے تو عبادت صحیح معنوں میں واقع بلکہ فائدہ مند ثابت ہوگی اور جب کبھی ان تینوں ستونوں میں خلل آئے گا تو انسان کا روزہ، نماز اور حج ادا ہونے کے باوجود صحیح نہیں ہوگا۔ (إعانة المستفيد بشرح كتاب التوحيد، للفوزان، الباب الواحد والثلاثون)

اہل علم نے کہا کہ عبادت کے ارکان تین ہیں:

1۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کامل درجے کی محبت (سورۃ البقرۃ:165)

2۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بدرجۂ اتم خوف وخشیت (سورۃ الاسراء:57)

3۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کماحقہ امید اور آس (سورۃ الاسراء:57)

عبادت کے اہم ترین ان ارکان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں جمع کیا، جیسا کہ ﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ میں محبت پائی جاتی ہے، کیونکہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نعمتوں سے سرفراز کرنے والا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ جس کی نعمتوں سے ہم جس قدر سرخرو ہوں گے اس سے اسی قدر محبت کریں گے۔

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ میں امید پائی جاتی ہے، کیونکہ جس کی صفت رحمت یعنی رحم وکرم کرنا اور مہربان ہونا ہو اس سے آس لگی رہتی ہے۔

﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ میں خوف وخشیت پائی جاتی ہے، کیونکہ جو جزا وسزا کا مالک ہو اس کی گرفت سے ڈرا جاتا ہے، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محبت، امید اور خوف والی آیات کے بعد عبادت والی آیت نازل کی۔ (أصول الإيمان في ضوء الكتاب والسنة لنخبة من العلماء، طباعة وزارة الأوقاف بالسعودية، الباب الأول، الفصل الثاني، المطلب الأول)

امام ابن قیم رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عبادت کی خاصیت ہی یہ ہے کہ ٹوٹ کر اور ڈوب کر شدت کی محبت محبوب (معبود) سے ہونی چاہیے، لہٰذا جس نے کسی سے محبت کی اور اس کے آگے اپنے آپ کو پست کر دیا تو اس کا دل اس کا غلام ہو گیا، بلکہ بندگی اور غلامی تو محبت کا آخری مرتبہ ہے۔ (الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي (الداء والدواء)، فصل خاصية التعبد)

مزید فرمایا کہ دل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب متوجہ ہونے میں پرندے کی مانند ہے، محبت اس کا سر اور امید وخوف اس کے پر ہیں، اس اعتبار سے بھی جب کبھی سر اور پر صحیح سالم رہیں گے تو پرندہ اونچی پرواز کرے گا، اگر سر کاٹ دیا جائے تو مر جائے گا اور پر ضائع ہو جائیں تو کسی بھی شکاری کے ہاتھوں شکار ہو جائے گا۔ (مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، فصل منزلة الإشفاق)

محبت کی قسمیں:

امام ابن قیم رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفع بخش محبت کی تین قسمیں ہیں:

1۔ اللہ سے محبت

2۔ اللہ کی خاطر محبت

3۔ فرمان برداری کے لیے معاون کاموں سے محبت

اور کہا کہ نقصان دہ محبت کی (بھی) تین قسمیں ہیں:

1۔ اللہ کے ساتھ (شرکیہ) محبت

2۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے یہاں ناپسندیدہ کاموں سے محبت

3۔ ایسے امور سے محبت جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کو کم یا ختم کر دے۔

محبت کی کل چھ قسمیں ہیں جن پر ساری مخلوق کی محبتوں کا دارومدار ہے۔ (إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان، الباب الثالث عشر، کبھی محبت کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي (الداء والدواء)، فصل أنواع المحبة)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ علیہ نے ابتداءً محبت کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

1۔ محبت عبادت

2۔ ایسی محبت جو بذات خود عبادت نہیں۔

اور دوسری قسم کو چار حصوں میں تقسیم کیا:

1۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر محبت، جیسے انبیاء، خلفاء، صحابہ اولیاء اور خیر کے کاموں سے محبت۔

2۔ محبت، شفقت ورحمت، جیسے اولاد سے، چھوٹے بچوں سے، کمزوروں اور بیماروں سے محبت

3۔ احتراماً محبت، جیسے والدین، اساتذہ اور بڑوں سے محبت

4۔ فطری محبت، جیسے کھانے، پینے، لباس، سواری اور گھر سے محبت (القول المفيد على كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ومن الناس...)

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے بھی محبت کی بنیادی طور پر دو قسمیں بیان کی ہیں:

1۔ محبت عبادت

2۔ محبت (غیر عبادت)

لیکن دوسری قسم کو کچھ فرق کے ساتھ چار حصوں میں یوں تقسیم کیا:

1۔ فطری محبت، جیسے کھانے، پینے اور بیوی سے محبت

2۔ تکریمی محبت، جیسے ماں باپ اور محسنین سے محبت

3۔ محبت شفقت، جیسے اولاد سے محبت

4۔ دوستانہ محبت، جیسے ہم سبق اور کسی کام میں شراکت دار سے محبت (إعانة المستفيد بشرح كتاب التوحيد للفوزان، الباب الواحد والثلاثون) امام ابن قیم رحمہ اللہ علیہ نے کبھی بنیادی تقسیم کے بغیر محبت کی براہ راست تین قسمیں بیان کی ہیں، جس سے عبد الرحمٰن بن سعد رحمہ اللہ علیہ نے بھی اتفاق کیا۔ (روضة المحبين ونزهة المشتاقين لابن القيم، الباب الحادي والعشرون في اقتضاء المحبة، والقول السديد في مقاصد التوحيد أو شرح كتاب التوحيد لابن السعدي، باب قول الله تعالى ومن الناس...، اور شیخ صالح آل الشیخ حفظہ اللہ نے بھی اس سے مشابہ اور قریبی تقسیم پیش کی، کفایۃ المستزید بشرح کتاب التوحید، جب کہ بعض اہل علم نے کہا کہ محبت کی تین قسمیں ہیں:

1۔ واجب محبت یعنی اللہ اور اس کے رسول اور عبادات سے محبت

2۔ جائز اور فطری محبت جیسے اولاد اور دوست سے محبت

3۔ شرکیہ محبت جو تعظیم وبندگی کے ساتھ غیر اللہ کے لیے ہو۔

سرور کائنات ﷺ ان لڑکیوں کے پاس سے گزرے تو متبسم ہو کر ان سے فرمایا:

"بچیو کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔"

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر ہادیٔ اکرم ﷺ یثرب کی جنوبی سمت شہر میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ کا یثرب میں داخلہ دنیائے شوق اور تاریخ عشق میں اپنی مثال نہیں رکھا، جس والہانہ جوش و خروش اور بے پناہ ذوق و شوق سے اہل یثرب نے رحمت عالم ﷺ کا استقبال کیا، تاریخ عالم میں اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس دن یثرب 'مدینۃ النبی' بن گیا اور اس کی زمین رشک آسمان بن گئی۔ انصار کے وفور مسرت کا یہ عالم تھا کہ قبا سے لے کر مدینہ تک تین میل کا راستہ جمالِ رسالت کے مشتاقان دید سے پٹا پڑا تھا۔ یہ مدینہ کی تاریخ میں سب سے بڑا یومِ مسرت تھا۔ خاکِ یثرب کے ذرّات ابھر ابھر کر ہمہ تن دید بن گئے تھے کہ آج انہیں اس رحمت مجسم کے پائے اقدس چومنے کا شرف حاصل ہونے والا تھا، جو تمام کائنات ارضی و سماوی کا سرمایۂ افتخار تھا، سارا شہر جوشِ مسرت اور فرطِ عقیدت سے گہوارۂ بہار بنا ہوا تھا، اور فضا تحمید و تقدیس کے نغموں سے گونج رہی تھی۔ مدینہ کے حبشی غلام وفور مسرت میں اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے اور بچے جاء رسول الله، جاء رسول الله (رسول اللہ آئے، رسول اللہ آئے) کے نعرے لگاتے ہوئے ہر طرف خوشی سے اچھل کود کر رہے تھے۔ جوشِ مسرت میں پردہ نشین خواتین بھی گھروں کی چھتوں پر نکل آئی تھیں، دوشیزہ لڑکیاں غرفوں سے جھانک رہی تھیں۔ راہ میں انصار کا ہر قبیلہ بصد نیاز سرورِ کونین ﷺ کے سامنے آتا اور عرض کرتا:

"یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمارا گھر حاضر ہے، جان حاضر ہے، مال حاضر ہے۔"

حضور ﷺ ہر قبیلے کے احسان کا اعتراف فرماتے اور اس کے حق میں دعائے خیر کرتے۔

جس وقت کوکبۂ نبوی کے کوچے میں داخل ہوتا تو دونوں طرف کے مکانات کی چھتوں پر ایستادہ پردہ نشین انصار کے لبوں پر ہجوم شوق و مسرت میں یہ ترانہ جاری ہو جاتا:

طَلَعَ البَدْرُ عَلَيْنَا مِنَ ثَنِيَّاتِ الوَدَاع

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَى لِلَّهِ دَاع

أَيُّهَا المَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالأَمْرِ المُطَاع

"ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔ کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے آپ ایسے امر کے ساتھ آئے ہیں جس کی اطاعت فرض ہے۔"

بنو نجار کے جوش و خروش اور مسرت وابتہاج کی تو کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ حضور ﷺ کے ننھیالی رشتہ دار ہونے کی بناء پر ان کو یقین تھا کہ سرورِ عالم ﷺ انہی کو شرف میزبانی بخشیں گے اور اس طرح ان کو محبوب کبریا کا ہمسایہ بننے کی سعادت نصیب ہو گی۔ بنو نجار کی معصوم بچیاں دف بجا بجا کر یہ ترانہ گا رہی تھیں:

نحنُ جَوَارٍ من بَنِي النَّجَّارِ   يا حَبَّذَا محمدٌ من جَارِ

"ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد ﷺ کیا ہی اچھے ہمسایہ ہیں۔"

سرور کائنات ﷺ ان لڑکیوں کے پاس سے گزرے تو متبسم ہو کر ان سے فرمایا:

"بچیو کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو۔"

انہوں نے بیک آواز کہا: "ہاں یا رسول اللہ"

حضور ﷺ نے فرمایا: "تم بھی مجھ کو عزیز ہو۔"

سرور عالم ﷺ کے خادم خاص سیدنا انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ میں نے اس دن سے زیادہ مبارک اور پُر مسرت دن کوئی نہیں دیکھا جس میں رسول اکرم ﷺ رونق افروزِ مدینہ ہوئے۔ اس دن مدینہ کے در و دیوار طلعت اقدس سے جگمگا اٹھے۔ (30 پروانے شمع رسالت کے از طالب ہاشمی)

رحمت عالم ﷺ نے متبسم ہو کر حضرت اسید ؓ سے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، میں اسے معاف کرتا ہوں۔"

سیدنا اسید ؓ اکثر دربار رسالت میں حاضر رہتے تھے اور سرور عالم ﷺ کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ علامہ محمد بن سعد (کاتب الواقدی) نے طبقات میں لکھا ہے کہ ہجرت نبوی کے بعد (غالباً 5 ہجری میں) ایک دفعہ ابوسفیان نے رسول اکرم ﷺ کو مدینہ منورہ میں شہید کرانے کا منصوبہ بنایا اور اس کام کے لیے عمرو بن امیہ الضمری کو منتخب کیا۔ (ابھی وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔) عمرو ایک خنجر کپڑوں کے نیچے چھپا کر ایک تیز رفتار اونٹ پر عازم مدینہ ہو گئے۔ چھٹے دن مدینہ کے قریب ظہر الحرہ کے مقام پر

پہنچے، اونٹ کو وہیں چھوڑا اور خود رسول کریم ﷺ کا پتہ پوچھتے پوچھتے مسجد بنو عبد الاشہل میں آئے، جہاں حضور ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے درمیان استراحت فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ کی نگاہ عمرو پر پڑی تو فرمایا، اس شخص کی نیت نیک معلوم نہیں ہوتی۔ صحابہ میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کا اشادسن کر چیتے کی طرح جست لگائی اور عمرو کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ان کی تلاشی لی گئی تو کپڑوں سے خنجر بر آمد ہوا۔ عمرو بڑے شہ زور اور تیز رفتار آدمی تھے۔ انہوں نے بھاگنے کی بہتیری کوشش کی لیکن اسید رضی اللہ عنہ کی مضبوط گرفت کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی، بے بس ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرلیا اور سارا واقعہ من وعن بیان کر دیا۔

رحمت عالم ﷺ نے متبسم ہو کر حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، میں اسے معاف کرتا ہوں۔"

سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی شان رحیمی دیکھ فوراً مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ لیکن حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایسی تمام روایات جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے پہلے فلاں موقع پر حضور ﷺ کے قتل کی سازش کی، ضعیف ہیں۔ ہو سکتا ہے دوسرے اہل مکہ نے کوئی ایسا منصوبہ بنایا ہو۔ (30 پروانے شمع رسالت کے از طالب ہاشمی)

رسول اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ابو یحییٰ تم نے بڑی نفع مند تجارت کی!

پھر انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: "یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے بھی اس عاجز کا خیال نہ فرمایا۔ میں مکہ میں تنہارہ گیا اور قریش مجھ پر چڑھ دوڑے۔ اپنا مال و اسباب سب کچھ انہیں دے کر بڑی مشکل سے جان چھڑائی اور آپ تک پہنچا۔"

حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "ابو یحییٰ تم نے بڑی نفع مند تجارت کی۔ ابو یحییٰ تم نے بڑی نفع مند تجارت کی۔"

اس کے ساتھ ہی وحی الٰہی کے یہ الفاظ لسانِ رسالت پر جاری ہو گئے۔

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴾

"لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی جانیں اللہ کی رضا کے لیے بیچ دیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔" (سورۃ البقرۃ:25)

یہ صاحب جن کی استقامت اور قربانی کو بارگاہ خداوندی میں کھلے لفظوں میں شرفِ قبول حاصل ہوا، اور جن کے جذبہ فدویت کی خیر الخلائق فخر کائنات محبوبِ خدا ﷺ نے تحسین فرمائی، حضرت صہیب بن سنان رومی تھے۔

(30 پروانے شمع رسالت کے از طالب ہاشمی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مجھے دیکھتے ہی مسکرائے!

کثیر بن زید ولید بن رباح کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی اقدس ﷺ مجھے ابو ہر کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ (بحوالہ متدرک حاکم:3/506)

اسامہ بن زید عبد اللہ بن رافع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا لوگ آپ کو اس کنیت سے کیوں پکارتے ہیں، فرمایا میں بکریاں چرایا کرتا، میرے پاس ایک بلی تھی جس سے بسا اوقات کھیلا کرتا تھا۔ اسے اپنی آستین میں بٹھا لیا کرتا تھا۔ لوگوں نے میرا اشتیاق دیکھتے ہوئے مجھے ابو ہریرہ کہنا شروع کر دیا۔

(جامع ترمذی، طبقات ابن سعد، تاریخ ابن عساکر)

مفسر قرآن امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں سخت بھوک کی وجہ سے بعض اوقات اپنا جگر تھام کر زمین پر لیٹ جاتا اور کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن میں اس راستے بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا گذر ہوتا تھا، میرے پاس سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے میں نے ان سے قرآن حکیم کی اس آیت کا مطلب پوچھا:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

"کہ وہ اپنی چاہت کے باوجود مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔" میرا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلا دیں گے۔ لیکن انہوں نے میری منشاء کے مطابق کچھ نہ کیا اور چل دیے پھر وہاں سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا، میں نے اسی آیت کا مفہوم پوچھا وہ بھی اس کا مفہوم بتا کر کچھ کھلائے بغیر یونہی چلے گئے، اس کے بعد رسول اقدس ﷺ تشریف لائے، آپ مجھے دیکھتے ہی مسکرائے، میرا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر حقیقت حال سمجھ گئے۔

آپ نے شفقت بھرے انداز میں فرمایا: ابو ھر! میں نے کہا، لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: اٹھو میرے ساتھ آؤ، میں آپ کے پیچھے چل دیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے، مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ نے گھر میں دودھ کا پیالہ پڑا دیکھا، اہل خانہ سے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا، جواب ملا کہ یہ کسی نے آپ کے لیے تحفہ بھیجا ہے۔

آپ نے آواز دی، ابو ھر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ اور فرمایا: اصحاب صفہ اسلام کے مہمان

ہیں۔ نہ ان کا کوئی گھر ہے نہ ان کے پاس مال و دولت ہے اور نہ ہی ان کا کسی پر کوئی زور۔ جب آپ ﷺ کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ وہ ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے۔ اور جب کوئی آپ کے پاس تحفہ آتا وہ بھی انہیں عطا کر دیتے لیکن کبھی اس میں سے خود کچھ قبول فرمالیتے۔

مجھے آپ کا حکم سن کر اندیشہ ہوا کہ اس دودھ سے اصحاب صفہ کا کیا بنے گا؟ میرے ارمان تو پورے نہ ہو سکیں گے۔ میں تو چاہتا تھا کہ دودھ پی کر میری جان میں جان آئے، جسم میں کچھ توانائی آئے، لیکن آپ کا حکم بجا لانا مقدم تھا۔ جب وہ سبھی آگئے تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ یہ دودھ کا پیالہ ان کی خدمت میں پیش کرو۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ دودھ مجھ تک تو پہنچنے سے رہا لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میرے ضروری تھی۔ تو میں ان کے پاس گیا اور انہیں بلا لایا، اندر آنے کی اجازت طلب کی، اجازت مل گئی تو سب اندر آئے۔ آپ ﷺ نے مجھے آواز دی میں نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے لبیک کہا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دودھ ان کی خدمت میں پیش کرو، میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دودھ کا پیالہ باری باری ان کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا، ہر ساتھی دودھ پی کر پیالہ واپس مجھے پکڑا دیتا، پیالہ لبالب اس طرح بھرا ہوتا۔ پھر میں وہ دوسرے کی خدمت میں پیش کر دیتا وہ بھی خوب سیر ہو کر پیتا اور پھر پیالہ مجھے پکڑا دیتا یہاں تک کہ سب ساتھی خوب سیر ہو کر دودھ پی چکے، آخر میں وہ پیالہ میں نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! سب پی چکے۔ آپ وہ پیالہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور

فرمایا: ابو ہریرہ میں نے کہا، جی یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا: اب میں اور آپ باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا بالکل، آپ ﷺ نے سچ فرمایا:

"اب میں بھوک سے نڈھال کھڑا ہوں۔ پیالہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے۔ امتحان کی نازک گھڑی ہے سر تسلیم خم کیے ہوئے حکم کا منتظر ہوں، آپ نے میری طرف شفقت بھرے انداز سے دیکھتے ہوئے فرمایا: بیٹھو، یہ پیالہ لو اور دودھ پیو۔ میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا جب پی چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مزید پیو، میں نے پھر پینا شروع کر دیا، جب خوب سیر ہو چکا تو پیالہ ہونٹوں سے الگ کیا۔ آپ ﷺ نے کہا ابو ہر اور پیو، میں نے عرض کی، بس یا رسول اللہ ﷺ! اب تو کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ میں نے پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے دودھ پیا اور الحمد للہ کہتے ہوئے اسے ختم کیا۔ اللہ اکبر

(حکمران صحابہ از محمود احمد غضنفر)

رسول اقدس ﷺ مسکراتے ہوئے بغیر کوئی بات کہے ثمامہ بن اثال کے پاس سے تشریف لے گئے!

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نجد سے مکہ پہنچنے کے لیے مدینے کا راستہ اختیار کیا، وہ مدینہ منورہ کے قریب سے گزر رہا تھا کہ گشت پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے مشکوک سمجھتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ مسجد نبوی میں لا کر اسے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اقدس ﷺ جب مسجد نبوی میں تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ستون کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ آپ اس کے قریب گئے۔ تو وہ ثمامہ بن اثال تھا۔

آپ نے اپنے جاں نثار صحابہ سے پوچھا، کیا تم جانتے ہو کہ ستون کے ساتھ کس کو باندھا ہوا ہے؟

سب نے بیک زبان کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو اسے نہیں جانتے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ نجد کے مشہور قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال ہے۔ اب اسے مزید کوئی سزا نہ دینا، البتہ ابھی ستون کے ساتھ بندھا رہے۔

رسول اقدس ﷺ اپنے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: گھر میں کھانے کے لیے جو کچھ میسر ہے وہ مسجد میں ثمامہ بن اثال کے لیے بھیج دیا جائے۔

پھر آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ صبح و شام میری اونٹنی کا دودھ اسے پینے کے لیے دیا جائے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

رسول اقدس ﷺ نے بڑے ہی شفقت بھرے انداز میں ثمامہ سے کہا: ثمامہ کیا رائے ہے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، اس نے برجستہ کہا۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو آپ کو اس کا حق حاصل ہے کیونکہ مجھ سے آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے کا جرم سرزد ہوا ہے۔

اگر معاف کر دیں تو ایک قدردان پر آپ کی مہربانی اور شفقت ہو گی۔ اگر مال کے بدلے آزاد کر دیں تو جس قدر آپ کا مطالبہ ہو میں پورا کروں گا۔

رسول اقدس ﷺ مسکراتے ہوئے بغیر کوئی بات کہے وہاں سے تشریف لے گئے اور دو دن اسے اسی حالت میں رکھا۔ لیکن اس کی دیکھ بھال اور کھانے دانے کا باعزت اہتمام کیا گیا۔

آپ نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔

ثمامہ کیا رائے ہے؟ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

اس نے پھر وہی جواب دیا۔

کہ اگر آپ معاف فرما دیں تو ایک قدر دان پر

شفقت اور مہربانی ہوگی۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس نے آپ کے ساتھیوں کا ناحق خون بہایا ہے۔ اگر مال چاہیے تو آپ کے مطالبے کے مطابق مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ رسول اقدس ﷺ نے تیسرے روز ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔

اس نے برجستہ پھر وہی جواب دیا۔

إنْ تَقتُلْنِي تَقتُلْ ذا دَمٍ
إنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ علَى شَاكِرٍ

"اگر قتل کر دیں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر کرم کریں گے تو ایک قدر دان پر کرم ہو گا۔"

یہ ادیبانہ جواب سن کر رسول اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ثمامہ کو آزاد کر دو اس کے بندھن کھول دو۔ اسے کچھ نہ کہو، جانے دو۔

ثمامہ کے بندھن کھول دیے گئے۔ اسے آزاد کر دیا گیا، کسی نے اسے کچھ نہ کہا۔ وہ یہ حسن سلوک دیکھ کر حیران رہ گیا۔ چند لمحات پہلے اسے یقین تھا کہ اب میں یہاں سے بچ نہیں کر جا سکتا۔ لیکن شفقت و محبت، ہمدردی اور حسن سلوک کا یہ کریمانہ انداز دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا۔ دل میں خیال آیا یہ لوگ حق پر ہیں۔ مدینے کا ماحول تو فرشتوں کا ماحول دکھائی دے رہا ہے۔

رسول اقدس ﷺ کی دعوت برحق محسوس ہو رہی ہے۔

یہ خیال دل میں آتے ہی مدینے کے قریب نخلستان میں واقع پانی کے تالاب میں اچھی طرح غسل کیا اور واپس رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، یا رسول اقدس ﷺ آپ کے ساتھیوں نے تو میرا جسم باندھا تھا، لیکن آپ کے حسن سلوک اور مشفقانہ طرز عمل نے میرے دل کو گھائل کر دیا ہے۔ میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی ہیں۔ اب میں کہیں نہیں جا سکتا۔ مجھے قبول فرما لیجیے مجھے معاف کر دیجیے میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس نے بھری محفل میں با آواز بلند۔ أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده و رسوله

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! میری دل کی کیفیت یہ تھی کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کا چہرہ دیکھنے کا میں روادار بھی نہ تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے سے میری دل میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے کہ میں آپ کے چہرہ انور کو دیکھتا ہی رہوں۔ اب مجھے یہ چہرہ دنیا میں بسنے والے انسانوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل دکھائی دے رہا ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کا پیش کردہ دین پہلے مجھے بہت برا محسوس ہوتا تھا۔ اب میرے لیے تمام ادیان سے زیادہ یہی دین مجھے محبوب ہے۔

اللہ کی قسم! آج سے پہلے آپ کا یہ شہر مدینہ تمام شہروں سے زیادہ برا لگتا تھا اور آج یہ شہر مجھے جنت نظیر دکھائی دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد درد بھرے لہجے میں عرض کی۔

یا رسول اقدس ﷺ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں نے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے دریغ قتل کیا، میں نے اپنی زندگی میں بہت بڑے جرم ارتکاب کیا۔ بھلا میرے اس گھناؤنے جرم کا مداوا کیسے ہو گا۔

رسول اقدس ﷺ نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی پریشانی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

ثمامہ گھبراؤ نہیں، اسلام قبول کرنے سے پہلے سب گناہ از خود مٹ جاتے ہیں۔ توبہ انسان کے پہلے گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے۔

اور آپ نے اسے خیر و برکت کی بشارت دی، یہ باتیں سن کر ثمامہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور وہ وفور شوق میں کہنے لگا:

اللہ کی قسم میں نے زمانہ جاہلیت میں جس قدر مسلمانوں کا ناحق خون بہایا ہے۔ ان سے دو گنا زیادہ مشرکین کو تہہ تیغ کروں گا۔

(حکمران صحابہ از مولانا محمود احمد غضنفر)

☆☆☆

علامہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عزفو القلوب عن الشواغل كلها قد فرغوها من سوى الرحمٰن."

"مخلص مسلمانوں نے اللہ کے علاوہ تمام چیزوں سے اپنا دل فارغ اور خالی کر لیا۔"

"حركاتهم وهمومهم وعزومهم لله لا للخلق والشيطان."

"ان کے حرکات، افکار اور ارادے اللہ عزوجل کے لئے ہیں نہ کہ مخلوق اور شیطان کے لئے۔"

(تذکیر الانسان بعداوۃ الشیطان:40)

تمہیدی کلمات

میں اور میری ہستی کیا! میری زندگی میں کون سے ایسے کارنامے ہیں کہ جن کے گُن گا کر خراج تحسین کی امید رکھوں، تادم جو کچھ اس ذیل میں قرطاس و قلم کے حوالے ہو چکا ہے، وہ میزبان انگریزی " Sheikh Suhaib Hasan Blog" کے تحت فیس بک میں اپنی پیدائش (نومبر 1942ء، مالیر کوٹلہ) سے لے کر، ہجرت از ہندوستان، آمد لاہور، پاکستان میں دورِ تعلیم پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں طلب علم اور بعد ازاں مشرقی افریقہ کے ایک گل گلزار ملک کینیا کے دار السلطنت نیروبی میں نو سالہ دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا احاطہ کر کے اپنی دنوں فارغ ہوا ہوں۔ اس حکایت دراز کے لیے انگریزی کا انتخاب کیوں ہوا کہ میں اپنے ابناء و احفاء کو جو برطانیہ کے اسکولوں اور کالجوں کے خوب شناسا ہیں، ان کھٹن مراحل کی تصویر دکھا سکوں جن میں ان کے باپ (اور ان میں سے کئی کے لیے دادا اور نانا) نے اپنی زندگی کے ابتدائی چونیتس سال میں قوس و قزح کے رنگ بھرے تھے۔ جولائی 1976ء میں جب یہ بندہ عاجز نیروبی سے لندن منتقل ہوا تو اس کی ہجرت در ہجرت کا سلسلہ کسی ٹھکانے لگتا دکھائی دیتا تھا۔

خیال آیا کہ تادم تحریر جو کچھ لکھ چکا ہوں وہ ابناء و احفاد کے شوق تجسس کو رام کرنے کے لیے کافی ہے اور موجودہ قارئین اگر اس میں شریک ہونا چاہیں تو وہ مذکورہ بلاگ تک رسائی حاصل کر کے میرے ماضی سے رشتہ جوڑ سکتے ہیں۔

اب یہ ایک نیا سلسلہ ہے جس کا آغاز صراط مستقیم کی میزبانی کا مرہون منت ہے، سلسلہ کلام اب لندن سے جڑا ہوا ہے۔ میں اب پچھلے 45 سال کی زندگی کے نشیب و فراز کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا بلکہ اپنے ایک مصری مہربان شیخ حسن الشافعی (سابق صدر انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد اور حالیہ صدر المجمع اللغوی، قاہرہ) کی تصنیف 'حیاتی فی حکایاتی' کے طرز پر ہر سال کے اکا دکا واقعات و حکایت کو بیان کرتا چلوں گا کہ شاید قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو۔

میں زندگی کی 78 بہاریں دیکھ چکا ہوں، نہ اب کسی کی مدح و ستائش کا متمنی ہوں اور نہ کسی کی طرف سے تنقیص و مذمت کی پرواہ کرتا ہوں۔ البتہ دعا کا ضرور خواستگار ہوں اور یہ جو اپنی زندگی کے واقعات اور تجربات کا نچوڑ پیش کرنے چلا ہوں تو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اگر اس کے مطالعہ سے کسی بھی قاریٔ کو خیر کی طرف رغبت ہو اور دعوت الیٰ اللہ کے جذبہ میں حرارت پیدا ہوتی محسوس ہو تو وہ میرے حق میں بھی چند دعائیہ کلمات کہہ دے۔

کوشش کروں گا کہ واقعات کے بیان میں زمانی تسلسل قائم رہے لیکن عین ممکن ہے کہ کسی شخصیت کے تعارف میں یا کسی واقعہ کے بیان میں ماضی اور حال کی طنابیں گھل مل جائیں تا کہ اس موضوع کا ایک ہی جگہ کما حقہ احاطہ ہو جائے اور اعادہ کلام کی ضرورت نہ باقی رہے۔

تو لیجیے میں راجواپر قلم کو دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کا نام لے اور کاغذ و قرطاس کی جولان گاہ میں رفتار صبا کو اپنا، پر خود نمائی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھ، اللہ تیرا حامی و ناصر ہو۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

"کبھی کبھی یہ پرانے قصے پھر سے پڑھ لیا کر اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے سینے کے داغ تازہ رہیں۔"

1۔ لندن میں میری اولین اقامت گاہ

میں لندن میں بالکل نووارد تھا۔ اہلیہ اور پانچ بچوں کا ساتھ تھا۔ بھلا کرے میرے ایک مدنی دوست حافظ نثار الدین احمد جو ہیتھرو ائرپورٹ پر ہمارے لیے چشم براہ تھے۔ انہوں نے ہمارے عارضی طور پر شیفرڈ بش میں ایک مکان کرائے پر لے لیا تھا، ہم ان کے گھر ہوتے ہوئے اپنی جائے اقامت تک پہنچے۔

لندن کی سڑکیں اور گلیاں زیادہ تر دو منزلہ یا سہ منزلہ مکانوں پر مشتمل ہوتی ہیں جس کی دیوار سے دیوار متصل ہوتی ہے گویا کسی ایک کمپنی کی تعمیر کردہ ہوں۔ اگر زیادہ فراخ دلی مطلوب ہو تو دو متصل گھروں کے بعد ایک راہداری کا فاصلہ اگلے

دو گھروں سے قبل نظر آئے گا۔ مزید دریا دلی کا منظر دیکھنا ہو تو ہر مکان اپنے حدود اربعہ کے ساتھ اگلے مکان سے اپنے فاصلے کو برقرار رکھے گا۔

میرا یہ عارضی مستقر پہلی نوعیت کا تھا، دو چار گھروں کے بعد ایک مے خانہ تھا جسے (PUB) پبلک جائے شراب کہا جاتا ہے۔

مزے کی بات یہ ٹھہری کہ اس مکان کی دو منزلوں میں کوئی غسل خانہ نہیں تھا۔ گلی کے آخر میں ایک پبلک حمام کی موجودگی اس نقص کی تلافی کے لیے موجود تھی لیکن ہمارے لیے وہاں جانا بھی ایک کارے دارد تھا، اس لیے اپنے اس مکان کی نچلی منزل کے عقبی حصہ میں باورچی خانہ سے متصل باہر کی طرف ایک مسقف احاطہ (SHED) کو عارضی طور غسل خانہ کی شکل دی گئی اور اس کی ایک کھلی جانب کو چادر ڈال کر باپردہ بنایا گیا۔

یہاں پر میرا قیام تقریباً ایک ماہ رہا۔ اس دوران مشرقی لندن کی قدیم ترین مسجد سے آگاہی ہو چکی تھی۔ یہ مسجد اس وقت پہلے سے تیار کردہ تختے یعنی (Pre-Fabricated Sheets) جوڑ کر ایک بڑے سے ہال میں سمائی ہوئی تھی۔ باقاعدہ ایک عمارت کی شکل میں نہ تھی۔ ہفتہ وار درس قرآن کا آغاز کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مشرقی لندن میں زیادہ تر ہمارے بنگالی مسلمان آباد ہیں لیکن سابقہ مشرقی پاکستان کی نسبت سے اردو خوب جانتے ہیں، اس لیے درس بزبان اردو کو خوش آمدید کیا۔

الحمد للہ جس درس کا آغاز اگست 1976ء میں کیا تھا، تیرہ سال تک اس کی پابندی کرتا رہا، غالباً سورۃ الشعراء تک جا پہنچا تھا کہ جب اسے اپنی قائم کردہ مسجد (یعنی مسجد توحید) میں منتقل کرنا مناسب سمجھا کہ جس کی تفصیل بعد میں آتی رہے گی۔

شیفرڈبُش لندن کا مغربی حصہ ہے اور مسجد کا قریب ترین انڈر گراؤنڈ اسٹیشن (ALDGATE EAST) بالکل مشرق میں، چنانچہ یہ سفر ٹیوب یا انڈر گراؤنڈ ریلوے کا مرہون منت رہا۔

اس عارضی اقامت اگاہ کو چھوڑنے کے اسباب جلد ہی پیدا ہو گئے۔ ایک دن دیکھا کہ پڑوس کے مے خانہ میں چاقوزنی کی واردات ہوئی ہے۔ پولیس کی نفری پہنچ چکی ہے۔ پکڑ دھکڑ جاری ہے، یا اللہ! یہ کیسا پڑوس میسر آیا ہے اور اس پر مستزاد یہ معلومات کہ کئی مرتبہ رات کے وقت مے خانہ کے عقبی باغیچہ میں مے نوش حضرات میں سے کوئی نہ کوئی حضرت مکانوں کی درمیانی باڑ (FENCE) کو پھلانگ کے ہمارے باغیچے میں غل غپاڑہ کرتے رہے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ اگست کا مہینہ تھا جب کہ موسم گرم رہتا ہے اور رات گئے تک روشنی باقی رہتی ہے۔

اس دوران جناب رشید احمد صدیقی سے ملاقات ہو چکی تھی، وہ یو کے اسلامک مشن سے وابستہ تھے۔ ہماری ان سے پرانی شناسائی تھی، وہ 1957ء کے لگ بھگ لائل پور کے ایک اسکینڈری اسکول کے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے وہاں مقیم تھے اور والد محترم مولانا عبد الغفار حسن سے گہرا تعلق رکھتے تھے، ان کا بمع اہلیہ ہمارے ہاں آنا جانا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب میں خود میٹرک کے امتحان سے فارغ ہو کر گورنمنٹ کالج لائل پور (حال فیصل آباد) میں داخل ہو چکا تھا اور شام کے اوقات میں مولانا عبد الرحیم اشرف کے قائم کردہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کا اولین طالب علم بن چکا تھا کہ جس کے اولین استاد بھی والد محترم ہی تھے۔

صدیقی صاحب سے مکان کا ذکر آیا تو انہوں نے مژدہ سنایا کہ ان کے اپنے علاقے (Wood Green) میں ایک کرائے کا مکان ان کی دسترس میں ہے کہ جسکے پاکستانی مالک ایک استاد کی حیثیت سے تین سال کی مدت کے لیے نائیجیریا سدھار چکے ہیں۔ ہم نے یہاں منتقل ہونے میں عافیت سمجھی۔

(Granger Road) ڈُگرین کا یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا لیکن اس عالم ہمارے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بچوں کا پرائمری اسکول چند قدم کے فاصلہ پر تھا اور مارکیٹ اور ڈاک خانہ بالکل بغل میں۔

ہمارے اگلے تین سال اس مکان میں گزرے۔ سردیوں میں مکان کو گرم رکھنے کے لیے ابھی ریڈایٹر عام نہیں ہوئے تھے۔ ہم مٹی کے تیل سے جلنے والا ایک ہیٹر لے آئے جو سرد دنوں اور کڑاکے کی سرد راتوں کو حرارت بخشتا رہا۔ بجلی اور گیس کے میٹر کو آن کرنے کے لیے دس پنس کے سکے کا سہارا لینا پڑتا تھا اور ہماری کوشش رہتی کہ سکے وافر مقدار میں موجود رہیں تاکہ بجلی و گیس سے ہمارا ناطہ برقرار رہے۔

2۔ دعوتی سرگرمیوں کا آغاز

جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہوں، اللہ بھلا کرے مسجد شرق لندن کی انتظامیہ کا کہ جنہوں نے مجھے خوش آمدید کہا، یکم اگست 1976ء یعنی لندن آمد سے تین دن بعد وہاں خطبہ جمعہ دینے کی سعادت حاصل ہوئی اور پھر 24 ستمبر کو خطبہ عید بھی، ہفتہ

وار درس قرآن کا بھی آغاز ہو گیا جس کی تسلسل اگلے تیرہ سال جاری رہا۔

لندن کے (Pentonville) جیلخانہ تک بھی رسائی حاصل ہو گئی جہاں دسمبر 1976ء سے ہفتہ وار حاضری کی سبیل پیدا ہو گئی۔ مسلم قیدیوں کو جمعہ کی نماز پڑھانا اور ان کی دینی رہنمائی کا فرض انجام دینا اصل مطلوب و مقصود تھا۔

مزید تعارف حاصل ہوا تو ایسٹ ھیم کی مسجد اور پھر بریڈ فورڈ اور میڈن ہیڈ کی مساجد میں بھی خطاب کا موقع ملا۔

فروری 1977ء میں اپنی محبوب مادر علمی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے دعوت اور دعاۃ کے موضوع پر ایک کانفرنس میں شرکت کی دعوت موصول ہوئی تو عجب فرحت کا احساس ہوا۔ اس کانفرنس میں دنیا بھر سے تین سو علماء و مفکرین کو دعوت دی گئی تھی۔ کانفرنس کی صدارت کے لیے شیخ عبد العزیز بن باز کا نام تجویز کیا گیا تھا جو کہ اس وقت ریاض کے مقتدر علمی ادارے دار الافتاء کے صدارت کے منصب پر فائز تھے، سعودیہ کے مفتی اعظم تھے لیکن انہوں نے جامعہ کے رئیس شیخ عبد المحسن حمد العباد کی صدارت پر اصرار کیا کہ وہی اس کانفرنس کے میزبان تھے اور پھر جب کانفرنس کی نظامت کا مسئلہ درپیش ہوا تو مصر کے سابق مفتی شیخ حسنین محمد مخلوف نے شیخ یوسف القرضاوی کا نام تجویز کیا لیکن انہوں نے بھی شیخ ابن باز کی سنت پر عمل کرتے ہوئے بجائے اپنے شیخ محمد الغزالی کا نام تجویز کیا جس کی تائید مشہور شامی عالم محمد المبارک نے اور یوں شیخ محمد الغزالی اس کانفرنس کے ناظم قرار دیئے گئے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سعودی ٹیلی ویژن نے کانفرنس کی کارروائی کو نشر کرنے کے لیے اجازت چاہی تو شیخ عبد المحسن آڑ آ گئے انہوں نے کہا کہ تصویر کشی حرام ہے اور میں اس حرام کام کی اجازت نہیں دے سکتا۔

چند ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل کی گئی۔ میں پانچویں کمیٹی میں شامل رہا کہ جس میں اسلام کے خلاف تحریکات کا جائزہ لینا مقصود تھا۔ ہمارے استاد شیخ عبد القادر شیبۃ الحمد کی تجویز پر اس کمیٹی کی صدارت استاد محمود عبد الوہاب فائد اور نظامت اس ناچیز کے سپرد ہوئی۔ حقانیہ کانفرنس کے اگلے پانچ دن خوب مصروف گزرے۔ باقی چار کمیٹیوں کے ناظمین کو شیخ عبد المحسن، شیخ محمد الغزالی اور استاد محمود شیث الخطاب کی رہنمائی حاصل رہی۔ شیخ یوسف القرضاوی نے کانفرنس کی تمام قراردادوں کا مسودہ تیار کیا اور ہماری کمیٹی کی پیش کردہ 39 تجاویز میں سے 25 کو کانفرنس کے اعلامیہ میں جگہ دی۔

اس کانفرنس کے توسط سے اپنے پرانے کئی احباب اور دوستوں سے ملاقات رہی جن میں محباسہ سے محمد ابراہیم خلیل، مشرقی افریقہ میں متعین مبعوثین کے سربراہ محمد احمد مدخلی، کینیا کے محمد علی مرزا اور برازیل سے تشریف لانے والے جامعہ کے ایک ساتھی احمد صالح المحایری بھی شامل تھے۔ مؤخر الذکر کا تعلق ملک شام سے تھا اور ایام طالب علمی میں وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے ہم سبق بلکہ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہے تھے، کانفرنس کی سرگرمیوں کی مزید تفصیلات تو ذہن میں حاضر نہیں رہیں۔ اپنی ایک پرانی تحریر سے یاد آیا کہ لندن واپسی کے سفر میں پاکستان کی دو اہم شخصیتوں سے ملاقات رہی جو سعودیہ کی فلائٹ میں ہمسفر تھے۔ ایک تو قاضی حمود الرحمٰن جو پاکستان کے چیف جسٹس رہے تھے اور سانحہ مشرقی پاکستان کے بارے میں اپنی رپورٹ کے حوالے سے کافی معروف رہے تھے اور دوسرے جناب شریف پیرزادہ جو بعہد صدر ایوب خان ایک وزارت کی صدارت سنبھالے ہوئے تھے۔

لندن ائرپورٹ پر جناب سید سلیم کیانی تشریف لے آئے تھے اور پھر ان کی معیت میں گھر پہنچنے کی راہ آسان ہو گئی۔

اس سال شیخ ابن باز کے پرسنل سیکرٹری شیخ عبد العزیز بن ناصر الباز جو ان کے عم زاد بھی ہیں، اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک نجی دورے پر لندن تشریف لائے۔ میرا ان سے گہرا تعلق رہا تھا اس لیے لندن کے مختلف اداروں کا تعارف کرانے میں ان کی راہنمائی کرتا رہا۔ سعودی سفیر سے ملاقات کے لیے وہ مجھے ساتھ لے گئے۔ سفارت خانہ میں فرسٹ سیکرٹری عبد اللہ بری سے ملاقات ہوئی۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ ہمیں تو ایسے شخص کی تلاش ہے جو ہمیں یہاں کی مسلم کیمونٹی کی ضروریات اور ان کے مسائل سے آگاہ کرتا رہے۔ شیخ عبد العزیز نے بلا جھجھک میرا نام پیش کر دیا اور پھر یوں عبد اللہ برّی سے وہ رضاکارانہ تعلق قائم ہوا جو اگلے پندرہ بیس برس جاری رہا۔ وہ ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے بنگلہ دیش میں سفیر کے منصب پر فائز ہونے کے بعد برطانیہ سے رخصت ہوئے۔

اس طویل عرصہ میں سفارت خانہ میں موصول

ہونے والی تمام وہ درخواستیں جن میں مساجد اور مدارس کے قیام یا ان کی فلاح و بہبود کے لیے امداد طلب کی جاتی تھی، استاذ عبد اللہ بری کے توسط سے مجھ تک پہنچتیں اور پھر میں ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے برطانیہ بلکہ سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے طول و عرض کو بھی ناپتا رہا اور اس ضمن میں چند واقعات کا تذکرہ میری اگلی 'حکایات' میں بھی آتا رہے گا۔ (جاری ہے)

شان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

شانِ عمرؓ میں اور تو کچھ کیا کہیں گے ہم
بس محرمِ شریعتِ اعلیٰ کہیں گے ہم

چلتا جو سلسلہ تو عمرؓ ہوتے خود نبی
جیسا کہا رسول ﷺ نے ویسا کہیں گے ہم

مانگا تھا مصطفیٰ ﷺ نے عمرؓ کو بہ صد نیاز
ربّ کریم کا انہیں تحفہ کہیں گے ہم

تائید ان کی رائے کی قرآن سے ہوئی
رائے عمرؓ کو دین کی منشا کہیں گے ہم

ڈاکٹر تابش مہدی، دہلی